عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ہفت روزہ

ختمِ نبوت

INTERNATIONAL URDU WEEKLY

KHATM-E-NUBUWWAT

KARACHI PAKISTAN

جلد: ۴۳ | ۲۸ ربیع الثانی تا ۵ جمادی الاول ۱۴۴۶ھ مطابق یکم تا ۷ نومبر ۲۰۲۴ء | شمارہ: ۴۱

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

ایک عہد ساز شخصیت

دینِ حق کی بقا

مدارسِ دینیہ کے تقدس کا سوال

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

حلق یا قصر حدودِ حرم میں کرانا ضروری ہے

س:......عمرہ ادا کرنے کے بعد حلق یا قصر حدودِ حرم میں کرنا ضروری ہے یا حدودِ حرم سے باہر بھی کر سکتے ہیں؟ اور اگر کوئی حلق یا قصر نہ کرائے تو کیا گناہگار ہوگا؟

ج:......عمرہ مکمل کرنے کے بعد حلق یا قصر کرانا واجب ہے، کیونکہ اس کے بغیر احرام سے نہیں نکل سکتے، اسی طرح حلق یا قصر کا حدودِ حرم میں کرانا بھی واجب ہے، اگر ایسا نہیں کیا تو دم لازم آئے گا۔

”اما واجباتھا فاسعی بین الصفاء والمروۃ والحلق او التقصیر۔“ (عالمگیری،ص:۲۳۷،ج:۱)

ایک دن میں متعدد عمرے کرنا

س:....کیا ایک دن میں ایک سے زائد عمرے کرنا صحیح ہے؟ ایک بار عمرہ کے بعد حلق کرالیا تو دوبارہ حلق کیسے کر سکتے ہیں؟

ج:....عمرہ کی ادائیگی کے لئے شریعت نے کسی وقت یا تعداد کا پابند نہیں کیا بلکہ ہر شخص اپنی ہمت اور استطاعت کے مطابق جتنے چاہے عمرے کر سکتا ہے، چاہے وہ ہر روز کرے یا دن میں ایک سے زائد بار کرے، مزید عمرہ کرنے کے لئے ہر بار مسجد عائشہ سے یا جعرانہ سے یا کسی میقات سے احرام باندھنا ضروری ہے۔ جب ایک عمرہ ادا کرنے کے بعد حلق کرلیا جائے تو دوسری اور تیسری بار عمرہ کر کے سر پر صرف استرہ ہی پھیر لے جو کہ حلق کے قائم مقام ہو جائے گا۔

”واذا جاء وقت الحلق ولم یکن علی راسہ شعر بان کان حلق قبل ذلک او سبب آخر ذکر فی الاصل انہ یجری موسیٰ علی راسہ۔“ (فتاویٰ تاتارخانیہ،ص:۵۴۳،ج:۲)

محرم کے ساتھ عمرہ ادا کرنا

س:....اگر کوئی عورت حج یا عمرہ کا سفر کرے تو اس کے لئے محرم کے بغیر جانا منع ہے، لیکن مکہ پہنچ کر حج یا عمرہ کے افعال ادا کرنے کے لئے محرم کا ساتھ ہونا شرط تو نہیں ہے نا، یا وہاں بھی بغیر محرم کے کوئی فعل ادا نہیں کر سکتے؟

ج:....حج یا عمرہ کا سفر محرم کے بغیر ادا کرنا منع ہے، وہاں پہنچنے کے بعد عمرہ یا حج کے افعال ادا کرنے کے لئے محرم کا ساتھ ہونا ضروری نہیں۔ طواف، سعی یا دیگر افعال بغیر محرم کے بھی ادا کر سکتے ہیں۔

یہ کہنا کہ: ”میں اپنے باپ سے نہیں“

س:......آج کل دیکھا جاتا ہے کہ لوگ ایک دوسرے کو اپنی بات پر یقین دلانے کے لئے یہ جملہ بولتے ہیں کہ ”اگر تم اپنے باپ سے ہو تو یہ کر کے دکھاؤ“ اور کوئی کہتا ہے کہ: ”اگر میں نے یہ نہ کیا یا کیا تو میں اپنے باپ سے نہیں۔“ کیا اس طرح کہنے سے قسم ہو جاتی ہے؟ اور اس طرح کہنا جائز ہے؟

ج:......مذکورہ الفاظ سے قسم تو نہیں ہوتی، کیونکہ یہ قسم کے الفاظ نہیں ہیں۔ البتہ اس طرح کہنا مناسب نہیں ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

ہفت روزہ
ختمِ نبوۃ
لندن / فیصل

جلد:۴۳ ۲۸ ربیع الثانی تا ۵ جمادی الاول ۱۴۴۶ھ مطابق یکم تا ۷ نومبر ۲۰۲۴ء شمارہ:۴۱

مجلسِ ادارت
صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، مولانا سائیں عبدالمجیب قریشی،
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

سرپرست
حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ
مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا اللہ وسایا

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

تزئین وآرائش:
محمد ارشد خرمؔ، محمد فیصل عرفان خان

بیاد
امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

اس شمارے میں!

دین حق کی جیت	۵	حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ
حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ	۹	مولانا مقبول احمد سیوہاروی
مراکزِ دینیہ کے تقدس کا سوال	۱۲	مولانا محمد الیاس مدنی
حضور اکرم ﷺ کے اخلاق حسنہ	۱۴	مولانا حمید اللہ قاسمی
ختم نبوت کانفرنس، منڈی بہاؤالدین	۱۶	مولانا محمد مسعود خوشابی
فرقہ مہدویہ کی حقیقت	۱۸	مولانا مفتی منیر احمد طارق
تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء...(۷)	۲۱	مولانا مفتی خالد محمود
وفیات	۲۵	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

زرِتعاون
امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا:۱۰۰ ڈالر، یورپ، افریقا:۸۰ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک:۷۰ ڈالر
فی شمارہ:۲۵ روپے، ششماہی:۶۰۰ روپے، سالانہ:۱۲۰۰ روپے

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون:۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس:۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون:۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

دورِنبوت کے تاریخ وار حالات وواقعات

عہدِ نبوت کے ماہ وسال

تالیف: علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی ٹھٹھوی رحمہ اللہ

ترجمہ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ

قسط:۹۹ فصل:... ۲ہجری کے واقعات

۷۸:..... حضرت فاطمہؓ کا عقد:..... اسی سال اَواخرِ صفر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے عقد کیا، یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رُخصتی سے ساڑھے چار مہینے بعد کا واقعہ ہے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک نکاح کے وقت اُنیس سال ڈیڑھ ماہ تھی، کیونکہ صحیح قول کے مطابق نبوّت سے پانچ سال قبل تعمیرِ مکہ کے ایام میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت ہوئی، چنانچہ علامہ ابنِ علان نے ''شرح اذکار نووی'' میں اس قول کی تصحیح کی ہے، بنابریں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک کے پینتیسویں سال ہوئی۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر نکاح کے وقت چوبیس سال ڈیڑھ ماہ تھی، کیونکہ ان کی ولادت ۳۰ میلادِ نبوی میں ہوئی تھی۔

۷۹:..... حضرت فاطمہؓ کی رُخصتی:..... اسی سال غزوۂ بدر کے بعد ذی الحجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری کے بائیس ماہ بعد، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر آباد ہوئیں، ایک قول کے مطابق یہ ۳ھ کا واقعہ ہے، مگر راجح پہلا قول ہے۔

۸۰:..... مسوَر بن مخرمہؓ کی ولادت:..... اسی سال مسوَر بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کی ولادت مکہ میں ہوئی، ان کی عمر وصالِ نبوی کے وقت آٹھ سال تھی، سنِ پیدائش اس میں شامل نہیں، یہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بھانجے ہیں۔

۸۱:..... مروان بن حکم کی ولادت:..... اسی سال مروان بن حکم بن ابی العاص بن اُمیہ القرشی الاموی کی ولادت ہوئی، وصالِ نبوی کے وقت وہ ہشت سالہ تھا۔

۸۲:..... اسی سال غزوۂ بدر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شُقران (بضم شین وسکونِ قاف) کے مالک ہوئے، یہ اسی لقب کے ساتھ مشہور ہیں، جیسا کہ کہا گیا ہے ان کا اصل نام صالح ہے، یہ حضرت عبدالرحمن بن عوف کے حبشی غلام تھے، انہوں نے غزوۂ بدر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ان کو بطورِ ہدیہ پیش کر دیا تھا، اور ایک قول یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو خرید لیا تھا، اور پھر آزاد کر دیا تھا، جن حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بعد از وصال غسل دینے کی سعادت حاصل کی تھی ان میں یہ شُقران رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔

۸۳:..... اسی سال سائب بن یزید جو ''نمیر کا بھانجا'' کے عرف سے معروف ہیں، پیدا ہوئے، سات سال کی عمر تھی کہ اپنے والد کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک ہوئے، اور ایک قول یہ ہے کہ ان کی ولادت ۳ھ میں ہوئی۔ (جاری ہے)

اداریہ

حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

دینِ حق کی جیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ!

پنجاب کے جھوٹے مدعیٔ نبوت مرزا قادیانی علیہ ماعلیہ کے ایک بیٹے کا نام ’’مبارک‘‘ تھا۔ جو خود مرزا قادیانی کے لئے بھی نامبارک ثابت ہوا۔ اب ملعون قادیان کی رائل فیملی میں ایک اور شخص کا نام ’’مبارک ثانی‘‘ رکھا گیا، جو پوری قادیانیت کی رسوائی اور ندامت کا باعث ہوا۔

قادیانی جماعت کے تعلیمی اداروں کی ۷؍مارچ ۲۰۱۹ء کو چناب نگر میں ایک مشترکہ تقریب قادیانی تعلیمی ادارہ کے گراؤنڈ میں منعقد ہوئی۔ جس میں تقریباً ۳۰ قادیانی لڑکوں اور ۳۲ قادیانی لڑکیوں میں قادیانی جماعت کے دوسرے چیف گرو ’’مرزا محمود‘‘ کا قرآن مجید کا ترجمہ وتفسیر تقسیم کی گئی، جس کا نام ’’تفسیر صغیر‘‘ ہے۔

یہ قرآن مجید کی تحریف کا شاہکار ہے۔ اس میں جہاں ملعون قادیان کو نبی، مسیح موعود، مہدی، نجات دہندہ ثابت کرنے کے لئے قرآن مجید کی آیات کے مفہوم ومعنی کو محرف ومبدّل کر کے پیش کیا گیا ہے، وہاں جگہ جگہ پاکستان میں نافذ العمل ’’امتناع قادیانیت آرڈیننس‘‘ کی خلاف ورزی بھی پائی جاتی ہے۔ نیز یہ کہ نام نہاد تفسیر پنجاب گورنمنٹ کی طرف سے ممنوع تھی۔ سرکاری وحکومتی پابندی کے باعث اس کی اشاعت وتقسیم بھی خلاف قانون جرم تھا۔

چنانچہ مرتکبین جرم کے خلاف تھانہ چناب نگر میں درخواست دی گئی۔ پولیس کے روایتی ٹال مٹول اور قادیانیوں کے اثر ورسوخ کے باعث درخواست سرخ فیتہ کا شکار رہی، اس کیس کے مدعی ’’جناب حسن معاویہ صاحب‘‘ کو کریڈٹ جاتا ہے کہ وہ صبر آزما، آزمائشوں اور مشکلات کے باوجود ڈٹے رہے۔ تاآنکہ ۶؍دسمبر ۲۰۲۲ء کو تھانہ چناب نگر میں ۷ قادیانی افراد نامزد اور دیگر نامعلوم ملزمان کے خلاف ایف، آئی، آر درج ہوئی۔

پولیس کی قادیانیت سہولت کاری اور قادیانی رعونت ملاحظہ ہو کہ صرف ایک ملزم جو ایک قادیانی تعلیمی ادارہ کا پرنسپل ہے اور اس جرم کے ارتکاب میں پیش پیش تھا۔ ’’مبارک ثانی قادیانی‘‘ اسے جنوری ۲۰۲۳ء میں گرفتار کیا گیا اس کی گرفتاری پر ۷؍جنوری ۲۰۲۳ء کو قادیانی قیادت کے ایماء پر قادیانی شرپسند اوباشوں کے جتھہ نے چناب نگر کے تھانہ پر دھاوا بھی بولا۔ اس کی ضمانت کی درخواست ایڈیشنل سیشن تحصیل لالیاں ’’جناب راجہ اجمل‘‘ نے ستمبر ۲۰۲۳ء کو خارج کر دی۔

قادیانی پارٹی اس کے خلاف ہائی کورٹ گئی، نومبر ۲۰۲۳ء کو ہائی کورٹ لاہور کے جسٹس ’’جناب فاروق حیدر‘‘ نے اس کی ضمانت کی درخواست مسترد کر دی۔ قادیانی، مبارک ثانی قادیانی کی درخواستِ ضمانت سپریم کورٹ لے کر گئے۔

چیف جسٹس آف پاکستان ’’جناب جسٹس قاضی فائز عیسیٰ‘‘ نے اس کیس کی سماعت کی، اور ۶؍فروری ۲۰۲۴ء کو فیصلہ دیتے ہوئے نہ

صرف ضمانت منظور کی بلکہ اسے کیس سے بھی بری کر دیا۔

ڈسٹرکٹ عدالت اور ہائی کورٹ میں سماعت کے بغیر کیس کا ختم کرنا تو رہا در کنار۔ اس ضمانتی فیصلہ میں واضح طور پر کیس سے غیر متعلقہ ایسی باتوں کو فیصلہ میں شامل کیا گیا جس سے واضح طور پر قادیانیوں کی سہولت کاری کا تاثر قائم ہوتا تھا۔ نیز یہ کہ یہ فیصلہ امتناع قادیانیت قانون کی بھی غلط تعبیرات کا مظہر تھا۔ فیصلہ کیا تھا کہ سامنے آتے ہی کراچی سے لے کر خیبر تک پورے ملک کے نامور قانون دان، اسلامیانِ وطن، مذہبی اور سیاسی حلقوں کے دانشوران سراپا احتجاج ہوئے۔ پورے ملک میں شدید احتجاج اور ردِعمل سامنے آیا۔ مقام شکر ہے کہ عدالت کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہوا۔

چنانچہ عدالت اور گورنمنٹ کے باہمی سوچ و بچار سے پنجاب گورنمنٹ نے نظر ثانی کی درخواست ''سپریم کورٹ'' میں داخل کی۔ اس متنازعہ فیصلہ کے خلاف لاہور میں ۲۱ر فروری ۲۰۲۴ء کو ''مجلس تحفظ ختم نبوت'' نے ''آل پارٹیز'' ختم نبوت کنونشن منعقد کیا، جس میں تمام مکاتب فِکر کی مذہبی جماعتوں نے اس فیصلہ کو مسترد کر دیا۔ اس کنونشن کے فیصلہ کا اعلان ہوتے ہی اگلے روز ۲۲ر فروری کو ''سپریم کورٹ'' کے لیٹر فارم پر وضاحتی بیان شائع ہوا، جو حقائق کو مسخ کرنے کا شاہکار تھا۔ اس لیپا پوتی، کہہ مکرنی، دور از کار تاویلات پر پاکستانی قوم اسلامیانِ وطن نے اتنا شدید ردِعمل دیا کہ یہ قادیانیت نوازی حربہ بھی بے اثر رہا۔

۲۶ر فروری کو ''سپریم کورٹ'' کے تین رکنی بینچ نے ''جناب چیف آف پاکستان'' کی سربراہی میں نظر ثانی کیس کی درخواست کی ابتدائی سماعت کے بعد اسے سماعت کے لئے منظور کر لیا (کرنا ہی تھا) اور ساتھ ہی ملک کے دس مختلف الخیال مکاتب فکر کے اداروں سے شرعی طور پر اس کیس کے لئے رائے مانگی گئی، اس سے ماتھا ٹھنکا کہ قادیانی عفریت اس بری طرح پھن پھیلا چکا ہے کہ ندامت کی بجائے مزید سازش کے تحت اس کیس کو اختلافی بنانا چاہتا ہے۔

اس کے سہولت کار کیسے طور پر زیرزمین تانوں بانوں میں مصروف عمل ہوئے؟ ملاحظہ ہو کہ مختلف اداروں سے رائے لینا کہ تعبیر میں کیسے کوئی لفظی اختلاف کا معمولی پرُ تو نظر آئے، تو رائی کا پہاڑ بنا دیا جائے، کہ اس مسئلہ میں دینی قیادت مختلف ہے۔ اور یوں قادیانیوں کی سہولت کو مزید پالش کر دیا جائے۔

قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب ان دنوں کراچی میں تھے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے امیر ''حضرت مولانا محمد اعجاز مصطفی'' نے آپ سے ملاقات کی اور صورتحال گوش گزار کی۔ قائد جمعیت پہلے سے ہی فکر مند تھے۔ وہ حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم سے اگلے روز مشاورت کے لئے وقت طے کر چکے تھے۔ چنانچہ دار العلوم کراچی میں اگلے روز متذکرہ تینوں حضرات کا مشترکہ اجلاس ہوا۔ جس میں تفصیلی طور پر حالات کا تجزیہ کر کے فیصلہ کیا گیا کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم عدالت کے اس کیس سے متعلق استفسار پر جامع مانع ایسا جواب لکھیں جو قرآن وسنت اور مروّجہ قانون سے مبرہن ہو۔ اس پر تمام مکاتب فکر کے دستخط کرائے جائیں۔ خدا تعالیٰ جزائے خیر دیں! حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی تقی عثمانی مدظلہم کو، انہوں نے جواب لکھنے اور دوسرے مکاتب فکر کے تائیدی دستخط کرانے کی ذمہ داری قبول فرمائی۔ آپ نے جواب لکھا، حضرت مولانا مفتی منیب الرحمٰن، حضرت مولانا یٰسین ظفر، گویا دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث نے اس کے ساتھ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی قائم کردہ قرآن اکیڈمی لاہور، جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد، پانچ مختلف اداروں کے

سربراہوں کی متفقہ رائے عدالت عظمیٰ کو بھجوادی گئی۔عدالتی سہ رکنی بینچ کے اعلان پر جو جو ادارے نظر ثانی میں فریق بنے تھے۔جن اداروں کو عدالت عظمیٰ نے نامزد کیا تھا۔غرضیکہ جس ادارے یا قانون دان کو ضرورت تھی مجلس تحفظ ختم نبوت نے متفقہ جواب حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم کا مہیا کیا۔ایک ایک ادارے سے رابطہ قائم کیا کہ وہ کیا جواب دے رہے ہیں؟ اس سے باخبر رہے۔جنہوں نے جو جوابات جمع کرائے ان سے ان کی مجلس تحفظ ختم نبوت نے کاپیاں جمع کیں اور بھرپور طور پر تیاری اور تسلی ہوگئی۔

وہ دس ادارے جن سے عدالت نے فیصلہ پر رائے مانگی تھی۔سبھی اس امر پر متفق تھے کہ چیف جسٹس کا فیصلہ صحیح نہیں۔گویا جس بات کو مختلف بنایا جارہا تھا۔قدرت نے عنایت کردی کہ وہی بات امت کے اتفاق واتحاد کی نظیر بن گئی۔حضورﷺ کی ختم نبوت کا اعجاز اس دور میں ایسا درخشندہ واضح ایمان پرور علی رؤس الاشہاد معجزاتی کردار ادا کرگیا،فالحمدللہ!

تمام اداروں کے جوابات جمع ہونے کے باوجود بینچ نے ایک مہینہ کا وعدہ کیا لیکن کیس کی سماعت پھر غیر معمولی تاخیر کا شکار ہوئی۔اس پر اضطراب بڑھا تو قدرت حق نے پھر مجلس تحفظ ختم نبوت کو توفیق بخشی کہ اس کے لئے دن رات ایک کیا۔نظر ثانی کی سماعت جلد ہو۔۲۸/مارچ ۲۰۲۴ء کو سماعت ہوئی۔عدالت نے تسلیم کیا کہ جن اداروں سے رائے مانگی گئی تھی سب کی رائے آگئی ہے۔مزید جس نے رائے دینی ہے وہ تحریری طور پر جمع کرائے۔پھر سماعت ملتوی ہوگئی۔

ڈیڑھ دو ماہ تک تاریخ سماعت مقرر نہ ہوئی تو اس تاخیر پر تنگ آکر ملک بھر کے دینی اداروں،وکلاء،مدعی مقدمہ اور مجلس تحفظ ختم نبوت، سب نے جلد سماعت کی تاریخ مقرر کرنے کی آواز اٹھائی،اس دوران مجلس تحفظ ختم نبوت کو حق تعالیٰ نے مزید دو کام کرنے کی سعادت سے بہرہ ور کیا۔

ا......دوسری بار لاہور میں آل پارٹیز کنونشن رکھا۔جس میں متفقہ مطالبہ ودرخواست کی گئی کہ کیس کی جلد سماعت کی جائے۔

۲......مجلس تحفظ ختم نبوت نے بڑے سائز کے چار صفحات پر مشتمل چیف جسٹس آف پاکستان کے نام کھلا خط لکھا۔جس میں بارہ وجوہ بیان کی گئیں کہ کیس کی سماعت جلد شروع کی جائے۔تاخیر سے اضطراب ناقابل برداشت حد کو چھو رہا ہے۔

ایک میٹنگ میں دسیوں وکلاء کے سامنے ایک وکیل نے اس خط کے متعلق رائے پوچھی کہ قانونی طور پر یہ خط لکھنا صحیح تھا یا غلط؟ تو دوسرے وکیل نے کہا کہ اسے قانون کے زاویہ سے نہیں،عشق مصطفیٰ کے زاویہ سے دیکھیں کہ تمام ترخدشات کو بالائے طاق رکھ کر تمام نتائج کو بھگتنے کے لئے جس جذبہ کا اس خط میں اظہار کیا گیا ہے۔یہ اتمامِ حجت کی بہترین دلیل،جرأت ووارفتگی کا عمدہ مظہر ہے۔اس جواب پر مجلس میں موجود تمام وکلاء حضرات جھوم جھوم اٹھے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت نے اس خط کو ہزاروں کی تعداد میں شائع کر کے بڑی منصوبہ بندی کے ساتھ ڈسٹرکٹ عدالتوں،ہائی کورٹس اور سپریم کورٹ کے وکلاء میں ملک بھر میں تقسیم کیا۔اس پر قانون دان برادری نے جس محبت اور خلوص کا اظہار کیا وہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے لئے سرمایۂ افتخار ہے۔حق تعالیٰ نے کرم کیا کہ ۲۹/مئی ۲۰۲۴ء کو سپریم کورٹ میں کیس کی سماعت ہوئی۔اس سماعت کی تفصیل ۴۸ پیراگراف پر مشتمل مضمون میں مجلس تحفظ ختم نبوت نے قلمبند کر کے شائع کی۔ماہنامہ وفاق المدارس،ماہنامہ حق چار یار،ماہنامہ لولاک،ہفت روزہ ختم نبوت میں گویا لاکھوں کی تعداد میں اس ایمان افروز رپورٹ کو جس نے پڑھا،اس کا روح وجسم سراپا عشق مصطفیٰ کی جلاء سے جگمگانے لگا۔

۲۹/مئی کو سماعت مکمل ہوئی،فیصلہ محفوظ ہوا۔

۲۴؍جولائی ۲۰۲۴ءکوفیصلہ آیا، یہ فیصلہ بھی تحفظات کا مرقع تھا، پورے پاکستان میں اس پر قانونی بحث نے شدید اضطراب کی کیفیت طاری کردی۔

۲۵؍جولائی کو مجلس تحفظ ختم نبوت، جمعیت علماء اسلام سمیت دیگر جماعتوں نے خطبات جمعہ پر احتجاج کی کال دی۔ پُرامن مظاہرے اور ریلیوں کا اہتمام کیا گیا۔ اب دوسری نظر ثانی کا قانون میں چانس نہیں تھا، پارلیمنٹ، سینیٹ میں جمعیت علماء اسلام، پیپلز پارٹی، مسلم لیگ کے رہنماؤں نے بھرپور اس فیصلہ پر تنقید کی۔ اسے ملک میں نئے فسادات کا پیش خیمہ قرار دیا۔ بعض مذہبی طبقوں کے راہنماؤں نے اس پر شدید جذباتِ عشق کا آزادانہ استعمال کیا، ملک میں ایک نئی بحث نے جنم لے لیا۔ حکومت نے پارلیمانی کمیٹی قائم کی اور فیصلہ کی تصحیح پر درخواست دائر کرنے کا سوچنے لگی۔

پارلیمنٹ میں بعض معزز راہنماؤں نے یہاں تک کہا کہ مبنی بر فساد غیر آئینی فیصلہ کو ہم جوتے کی نوک پر رکھتے ہیں، فیصلہ پر اتنا شدید ردِعمل دیکھ کر بینچ کے سربراہ چیف جسٹس آف پاکستان نے علی الاعلان فیصلہ میں تصحیح کے لیے اعتراف کا اعلان کیا۔

چنانچہ ۲۲؍اگست ۲۰۲۴ءکو وفاقی حکومت کی اس کیس پر تصحیح کی درخواست پر سہ رکنی فیصلہ کرنے والے بینچ نے سماعت کی، حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدظلہم، حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہم، حضرت مولانا مفتی شیر محمد خان رئیس دارالافتاء جامعہ غوثیہ بھیرہ، جناب مولانا ابوالخیر محمد زبیر صدر ملی یکجہتی کونسل، مولانا ڈاکٹر عطاء الرحمٰن اور دیگر علماء کرام کے بیانات ہوئے، وکلاء قانونی طور پر دلائل سے میدان میں اترے۔ علماء اور قانون دانوں کی بھرپور جدوجہد پر ان کو جتنا خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے، پورے ملک میں اس کا خیر مقدم کیا گیا۔ اس سماعت سے قبل ۱۳؍اگست ۲۰۲۴ءکو اسلام آباد میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے تحت قومی رہنماؤں، مذہبی وسیاسی جماعتوں کے سربراہوں پر مشتمل اے، پی، سی منعقد کی گئی، جس میں یک نکاتی ایجنڈا کے تحت کیس کو جلد نمٹانے کا مطالبہ کیا گیا۔ اس اے، پی، سی میں مولانا فضل الرحمٰن مدظلہم کا صدارتی پُرمغز اور مولانا قاری محمد حنیف جالندھری کے عشق رسالت مآب سے مرقع معلوماتی ایمان پرور بیانات نے اس اے، پی، سی کے بروقت انعقاد اور بروقت دوٹوک فیصلے کو چمکتا نشان ثابت کردیا۔

۱۹؍اگست کو اسلام آباد اور راولپنڈی کے ہزاروں علماء کرام کے شاہراہ دستور پر عدالت کے سامنے مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام مظاہرے نے ایک بروقت زقند لگائی۔ ان اقدامات کے باعث ۲۲؍اگست ۲۰۲۴ءکو سماعت ہوئی تو ماحول بن گیا، حاضرین کے چہرے چمک دمک اٹھے۔ حق تعالیٰ کے فضل وکرم سے ۷؍ستمبر ۲۰۲۴ءکو پچاس سالہ ختم نبوت گولڈن جوبلی نے پورے عالم اسلام میں ختم نبوت کے تحفظ کی صدائے حق کو گونجا دیا۔ ۲۲؍اگست کو سماعت کے بعد اسی دن مختصر فیصلہ آیا۔ تفصیلی فیصلہ محفوظ رکھ لیا گیا۔ سوا مہینہ سے زائد وقت فیصلہ کی انتظار میں گزرا، بالآخر حق تعالیٰ نے کرم کیا کہ ۱۰؍اکتوبر ۲۰۲۴ءکو تفصیلی فیصلہ آگیا۔

یوں ۶؍فروری اور ۲۴؍جولائی کے فیصلے کالعدم قرار پائے۔ تفصیل میں کیا جانا ہے یوں کہیں تو سب سے بہتر تعبیر ہوگی کہ بالآخر ایک بار پھر ''جاء الحق وزھق الباطل'' کی عملی تفسیر سامنے آئی۔ کفر ہار گیا اور اسلام جیت گیا۔ جس نے جو اور جتنا اس کیس میں حصہ ڈالا اور احقاق حق کے لیے سرگرم رہے، سب کو اللہ تعالیٰ دارین کی فوز وفلاح کا سزاوار فرمائیں۔ آمین بحرمۃ الخاتم النبیین!

وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین

بانیٔ دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ... ایک عہد ساز شخصیت

مولانا مقبول احمد سیوہارویؒ

ہندوستان میں ایک مدرسہ ایسا بھی ہے، جس میں دور دور سے سال کے سال آدمی آتے ہیں اور دین کا علم پڑھتے ہیں۔ مذہب کی باتیں سیکھتے ہیں۔ انہیں بتایا جاتا ہے کہ خدا ہی سب کا پالنے والا ہے، چھوٹے کا اور بڑے کا بھی، کھوٹے کا اور کھرے کا بھی۔ جو اچھے کام کرتا ہے وہ بھی خدا کا بندہ ہے، اور جو بُرے کام کرتا ہے وہ بھی خدا کی مخلوق ہے۔ آسمان اللہ نے بنائے ہیں، زمین اللہ نے پھیلائی ہے، چاند اللہ نے چمکایا ہے، سورج اللہ نے دمکایا (روشن کیا) ہے۔ بڑے بڑے سمندر جن میں جہاز چلتے ہیں، اور چھوٹے چھوٹے دریا، تالاب اور چشمے بھی اللہ نے بنائے ہیں، اونچے اونچے پہاڑ بھی جنہیں زمین پر جمایا ہے؛ اللہ کی کاریگری کا نمونہ ہیں۔ جن باتوں سے اللہ خوش ہوتا ہے اور جن سے ناخوش ہوتا ہے، وہ سب باتیں بتائی جاتی ہیں۔ انسان کو کیا کام کرنے چاہئیں اور کن کاموں سے بچنا چاہئے، اس کی بھی تعلیم دی جاتی ہے۔

اس مدرسہ میں جو بھی آتا ہے، سادہ کھانا کھاتا ہے اور سادہ لباس پہنتا ہے، اور اس میں جتنے اُستاذ اور پڑھانے والے ہیں؛ وہ بھی سادہ لباس پہنتے ہیں اور سادی غذا کھاتے ہیں۔ یہاں شیخی اور گھمنڈ کسی کو نہیں سکھائی جاتی، اور جب کوئی پڑھ کر واپس جاتا ہے تب بھی سادہ زندگی رکھتا ہے، ایسا لباس نہیں پہنتا جس کی تیاری میں سیکڑوں روپے خرچ ہوں اور آرام نہ ملے۔ اسے سکھایا جاتا ہے کہ گھمنڈ اور غرور خوبی کی بات نہیں ہے۔ انسانیت اسی کا نام ہے کہ سب سے محبت سے پیش آئے، سب کے برابر اپنے کو سمجھے، سب کے کام آئے، کسی کا دشمن نہ بنے۔ کسی کو دُکھ نہ دے، گالی نہ دے، اور بُرا نہ کہے۔ بڑے بڑے اوتار اور پیغمبروں نے بھی یہی سکھایا اور اس مدرسہ میں بھی یہی سکھایا جاتا ہے۔

اس مدرسہ کے پڑھانے والے پیغمبروں کے شاگرد ہیں، اللہ کے رسولوں کے شاگرد ہیں۔ تم کہو گے: کیسے؟ ایسے کہ پیغمبروں نے اپنے ساتھ والوں کو جو کچھ سکھایا، پھر ان ساتھ والوں نے دوسروں کو سکھایا، پھر شاگردوں نے دوسروں کو شاگرد بنایا ہے، اور اسی طرح یہ تعلیم آگے بڑھتی رہی ہے، تو یہ وہی تعلیم ہے جو اس مدرسہ تک پہنچی ہے۔ یہ مدرسہ والے جب بھی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا پیام اور باتیں سناتے ہیں اور جب بھی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے کام سکھاتے ہیں، بتادیتے ہیں کہ انہیں کس نے سکھایا، اور جس نے ہمیں سکھایا؛ اس نے کس سے سیکھا ہے، اور اس سلسلہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک بیان کردیتے ہیں، اب تم بتاؤ کہ یہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے شاگرد ہوگئے کہ نہیں؟ پیام سناتے وقت یہ بھی بتادیتے ہیں کہ یہ پیام جوں کا توں ہے یا لفظوں میں اُلٹ پھیر ہوگیا ہے، اُلٹ پھیر ہوا ہے تو کیوں ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں اچھے انسانوں کو یہ کہہ کر بھیجا تھا کہ یہ ہمارے رسول ہیں۔ ہم نے انہیں بھیجا ہے، تا کہ جو انسان راستہ سے بھٹک گئے ہیں؛ انہیں راستہ بتائیں۔ یہ رسول سب انسانوں سے پیار کرتے تھے، سب کو اپنا پیام سناتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ سب انسان اچھے اور نیک بن جائیں اور ساری دنیا بس خدا کو پوجنے لگے! ایک خدا کو۔ اسی سے دعائیں مانگے، اسی کا نام لے، اسی کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرے۔ یہ زمین، یہ ملک، یہ بڑے بڑے شہر فقط ہندُستان میں نہ تھے۔ عرب میں، مصر میں، افریقا میں، ایران میں اور نہ جانے کہاں کہاں تھے! خدا نے ان سب ملکوں میں اپنے رسول بھیجے، ان ہی میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تھے، جو عرب میں پیدا ہوئے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا والوں کو سب باتیں سکھادیں اور جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے جانے لگے تو ایک ایسے مجمع میں جس میں ہزاروں آدمی ان کی باتیں سن رہے تھے، اپنا پیغام سنایا:

’’کوئی بڑا ہے نہ چھوٹا، عرب کے ہوں یا ہندوستان کے، افغانی ہوں یا ایرانی: سب ایک ماں باپ کی اولاد ہیں اور سب کے باپ ’’آدم‘‘ مٹی سے بنے تھے۔‘‘

ذرا سوچو، یہ کیا تعلیم تھی! کسی کو کسی پر برتری نہیں، کوئی کسی سے بڑا نہیں۔ اگر کوئی جوتے بناتا ہے، موچی ہے، جسے چمار بھی کہتے ہیں، جوتوں کو درست کرتا ہے تو وہ بھی آدم کا بیٹا اور خدا کا بندہ ہے۔ بڑھئی کا کام کرنے والا بھی آدم کی اولاد ہے۔ اور لوہے کو ہتھوڑے سے پیٹنے والا بھی انسان کی اولاد ہے۔ جس نے درزی کا کام سیکھا ہے، اور جس نے سر مونڈنے اور بال کاٹنے کا پیشہ اختیار کیا ہے: بغل میں کسوت دبائے پھرتا ہے، وہ بھی آدم کی اولاد ہے۔ جس طرح بادشاہ کی پیدائش ہوتی ہے: ایسے ہی اس کی ماں نے اسے جنا ہے، اور جس طرح فوج کا جرنیل پیدا ہوتا ہے: ویسے ہی یہ پیدا ہوا ہے۔ ہاتھ، پاؤں، آنکھ اور ناک اس کے بھی ہیں اور وزیروں، بادشاہوں کے بھی ہیں۔ جس طرح بادشاہ مرے گا، یہ بھی مرجائے گا۔ زمین پر یہ بھی چلے گا، بادشاہ بھی چلے گا۔ اللہ تعالیٰ کے رسول نے کہا تھا کہ سب انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ سب ایک باپ کی نسل سے ہیں اور سب خدا کے بندے ہیں۔

ایک ہنسی کی بات سنو! کسی بھنگی کا لڑکا دریا میں ڈوبنے لگا تو غل مچا کر کہنے لگا: ’’دوڑو! نبی کا بیٹا ڈوبا جا رہا ہے۔‘‘ کنارہ پر ایک تیراک کھڑا تھا، اس نے کہا: اچھا جی! یہ بھنگی کا بچہ اور نبی زادہ! غصہ میں بھر کر دریا میں کود پڑا اور بھنگی کے بیٹے کو بال پکڑ کر کنارے پر کھینچ لایا اور مارنے لگا۔

’’کیوں بے، بھنگی کے بچے! کیا بک رہا تھا؟‘‘ بھنگی کے بیٹے نے کہا: کیا بک رہا تھا؟ کیا میں آدم کی اولاد نہیں ہوں؟ کیا آدم نبی نہ تھے؟

تم نے سنا اور سمجھا؟ اونچ نیچ ہم نے بنائی ہے، ذات پات کے بندھن ہم نے باندھے ہیں، پیشے اور زندگی گزارنے کے کرتب ہم نے سیکھے ہیں، جس پیشے کو ہم چاہتے ہیں؛ گھٹیا بتا دیتے ہیں، اور جسے چاہتے ہیں؛ بڑھیا کہہ دیتے ہیں۔ خدا نے نہ کسی کی قیمت گھٹائی ہے، نہ بڑھائی ہے۔ خدا تو اس کی قیمت بڑھاتا ہے جس نے اچھے کام کیے ہیں، بُرائی سے بچا ہے۔ خدا کے ہاں اس کی قیمت بڑھے گی؛ جس نے کسی پر ظلم نہ کیا ہو، کسی کو دُکھ نہ دیا ہو۔ خدا اس کو پیار کرتا ہے، جو انسانی برادری کو اچھی اچھی باتیں سکھاتا اور بتاتا ہو۔ خدا تو اسی کو بُرا کہتا ہے، جس نے بُرے کام کیے ہوں۔ خدا کے ہاں تو نہ کسی کی ذات پات پوچھی جائے گی، نہ کسی کی کوٹھیاں اور بنگلے دیکھے جائیں گے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پیغام میں بتایا کہ کسی کا خون نہ بہاؤ، کسی کو نہ ستاؤ، کسی سے دشمنی نہ رکھو۔ پھر فرمایا: جو کچھ خدا نے مجھے سکھایا اور بتایا، میں نے تم سب کو بتا اور سکھا دیا۔ اب تم سب کو سکھاؤ اور بتاؤ! جو یہاں موجود ہیں؛ انہیں بھی، اور جو یہاں نہیں ہیں؛ انہیں بھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھیوں نے سب کو پہنچایا، پھر ان سے اوروں نے سنا، ایران والوں نے، مصر والوں نے، افریقا والوں نے، کابل اور ہندستان والوں نے۔ پیام سنانے والوں نے سمندروں سے گزر کر، پہاڑوں سے اُتر کر، جنگل اور ویرانوں میں ہو کر، ملکوں اور بستیوں میں پھر کر، چھوٹی اور بڑی بستیوں میں ایک نہیں دو نہیں، سیکڑوں ہزاروں شاگرد بنائے۔ جہاں گئے؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام سنایا، نہ کچھ گھٹایا، نہ بڑھایا۔ نہ انہیں کسی کا ڈر تھا، نہ لالچ تھا۔ یہ تو فقط خدا کے خوش کرنے کے لئے خدا کے رسول کا پیغام گھر گھر پہنچاتے تھے۔

دیوبند کا مدرسہ:

جس مدرسہ کا ہم ذکر کر رہے ہیں؛ یہ مدرسہ اسی پیام کو سناتا ہے، اللہ تعالیٰ کے رسول کے پیام کو۔ تم جانتے ہو کہ یہ مدرسہ کہاں ہے؟ یہ مدرسہ دیوبند ضلع سہارن پور میں ہے۔ یہ مدرسہ کیسے بن گیا؟

تمہیں تعجب ہوگا، جب یہ سنو گے کہ گنے چنے آدمیوں نے؛ جن کے دل میں لگن تھی، جب اس مدرسہ کی بنیاد ڈالی تو ان کے پاس حکومت کی طاقت نہ تھی، روپیہ کے ڈھیر نہ تھے، سونے چاندی کے انبار نہ تھے، تجوریوں میں نوٹوں کی گڈیاں نہ تھیں۔ ہاں! سچائی تھی، جوشِ عمل تھا۔ خدا کے رسول کی خوشنودی کا خیال تھا۔

انہوں نے کہا: ہندُستان میں ہمارے بزرگ آئے تھے بخارا سے، دمشق سے، ایران اور سمرقند سے، سیستان اور خراسان سے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام سنایا، اندھیرے میں علم کا چراغ جلایا، ذات پات کو مٹایا، محمود اور ایاز دونوں کو امام بنایا، نہ کسی سے چھوت چھات کی، نہ کسی کو حقیر سمجھا۔ اب پھر اندھیرا ہوتا جا رہا ہے، انگریزی حکومت اللہ کے نور کو بجھانے کی تیاری کر رہی ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ ہندُستان کے مسلمان؛ چاہے صورت سے

مسلمان رہیں، مگر ان کا دل عیسائی ہو جائے۔ اپنے مذہب کی ہنسی اُڑائیں اور اکڑتے پھریں، اللہ رسول کا نام بھی لیں تو دکھاوے کے لئے لیں، اللہ رسول کی عظمت ان کے دل میں نہ رہے۔ حکومت نے پادریوں کو بلایا ہے، ان کو بڑی بڑی تنخواہیں دی جارہی ہیں تاکہ گاؤں گاؤں پھر کر غریب مسلمانوں کو پھانسیں اور انہیں عیسائی بنائیں۔

دیوبند کا مدرسہ مسلمانوں تک اللہ اور رسول کا پیغام پہنچائے گا، سچا اور پکا مسلمان بنائے گا۔ لوگ دین و مذہب بھولتے جارہے ہیں، اگر روک نہ ہوئی تو کیا ہوگا؟ تین ساتھی تھے جنہوں نے یہ جھنڈا اٹھایا:

(۱) حضرت حاجی سید محمد عابدؒ

(۲) حضرت مولانا شیخ مہتاب علی صاحب عثمانیؒ (شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ اسیر مالٹا کے عم اکبر یعنی تایا)۔

(۳) حضرت شیخ نہال احمد صاحب صدیقیؒ (رئیس دیوبند)، (دیوبند کے رئیس اعظم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے ان کی ہمشیرہ منسوب تھیں)۔

بس تین یار! نہ سو، نہ دوسو، نہ ہزار۔ انہوں نے کہا: یہ کام بہت ضروری ہے، خدا کے رسول کا پیام سنانا اور مسلمانوں میں دین و مذہب کی لگن پیدا کرنا۔ مکتب تو بہت ہیں، بچے مسجدوں میں جاتے ہیں، گھروں پر آتے ہیں؛ مگر پوری تعلیم نہیں ہوتی۔ مدرسہ ایسا ہو کہ گھر کا ہو یا باہر کا؛ جو بھی آئے پکا مسلمان بن کر جائے، رہے بھی مدرسہ میں، پڑھے بھی مدرسہ میں، کھائے بھی مدرسہ میں، مفلس ہو یا دولت مند؛ سب ایک ڈھنگ پر رہیں۔ سوچنا یہ ہے کہ یہ مدرسہ چلے گا کیسے؟

گھر گھر سے پیسے اکٹھے کرو! ہر گھر میں روٹی پکتی ہے، بچے بڑے کھاتے ہیں، کتے بلی کھاتے ہیں، بھک منگے اور فقیر لے جاتے ہیں۔ گھر والوں سے کہہ دو: دونوں وقت آٹا گوندھیں تو مٹھی بھر آٹا، الگ مٹکی میں ڈال دیں۔ دیوبند کے نام کا آٹا، دین کی تعلیم کے نام کا آٹا۔ پھر ہر ہفتہ آٹا جمع کرو، مدرسہ کا خرچ چلے گا۔ نیت اچھی ہو تو منزل بھی آسان ہوجاتی ہے۔ ایسے پڑھانے والے بلاؤ؛ جو پھٹے کپڑے پہن کر، جَو کی روٹی کھا کر اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر بچوں اور بڑوں کو پڑھائیں۔ یہ مدرسہ ایسے جواں مرد اور بہادر تیار کرے گا، جو انگریز کے منصوبہ کو چلنے نہ دیں گے اور مذہب اسلام کے سچے سپاہی بنیں گے، اور جب بھی ضرورت ہوگی مذہب کو، دین کو اور ملک کو بچانے کے لئے اپنی قربانی دیں گے۔

کسی طرف سے آواز آئی: مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کو بلاؤ! وہی مولانا محمد قاسم؛ شیخ اسد علی کے بیٹے، نانوتہ کے رہنے والے، جن کے علم کی تھاہ نہیں، اور فقط علم ہی نہیں، عمل اور بزرگی بھی ہے۔ ان کے باپ دادا بڑے ہیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ کے خاندان سے ہیں، جنہوں نے مکہ کے بڑے بڑے لوگوں کو مسلمان بنایا تھا اور اسلام کا فدائی بنادیا تھا۔ ان کے بڑے دادا کا نام بھی قاسم تھا اور ان کا نام بھی قاسم ہے۔ مولانا محمد قاسم بھی قاسم العلوم بنیں گے اور ہندوستان کے کونہ کونہ تک ان کا فیض پہنچے گا۔

اب تھوڑی دیر رک جاؤ اور یہ بات سن لو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب صحابی حضرت ابوبکر صدیقؓ کا خاندان دنیا میں دور دور پھیلا ہے۔ ہندوستان میں بھی اور باہر کے ملکوں میں بھی، ان میں کون کب ہندوستان آیا؟ اور کیا کیا؟ یہ تو بڑی لمبی بات ہے، مگر جب بھی کوئی آیا دین کی لگن ساتھ لایا۔ ان میں ایسے بھی ہوئے کہ عمر بھر علم اور دین کی خدمت کرتے رہے، اور وہ بھی ہوئے جنہوں نے کاروبار کیے، کھیتی باڑی کی، بادشاہوں اور امیروں نے ان کی تعظیم کی، نذرانے دیے اور جاگیریں دیں۔ یہ بڑے بڑے عہدوں پر رہے، قاضی (جج) بنے، مقدموں کے فیصلے کیے۔ ایسے بھی ہوئے جو درویش تھے اور بھٹکے ہوؤں کو راستہ بتاتے تھے، کسی نے بنگال جاکر دین کی خدمت کی، کوئی یوپی کے شہروں میں آباد ہوگیا۔

ضلع بجنور کے قصبوں میں بھی آئے اور آباد ہوگئے۔ اور چاہے صدیقی اپنے کاموں کو بھول جائیں، مگر لکھنے والا مؤلف مقبول احمد سیوہاروی ان کی خدمتوں کو نہیں بھول سکتا، جن میں ایک حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بھی ہیں، جن کے کارناموں سے ہندوستان کی اسلامی دنیا روشن ہورہی ہے۔ مؤلف خود بھی حضرت قاسمؒ بن محمدؒ کے سلسلہ سے جڑا ہوا ہے اور اسی صدیقی خاندان سے ہے، جس کے ایک برگزیدہ بزرگ حضرت مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ تھے جو جمعیۃ علمائے ہند کے ناظم رہے اور جن کی خدمتِ خلق، خدمتِ علم، خدمتِ ملک اور مخلوقِ خدا کی سیوا (خدمت) کے کارنامے ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ یہی کارنامے تھے جن کی وجہ سے اُن کو قوم نے ''مجاہدِ ملّت'' کا خطاب دیا۔

(جاری ہے)

مراکزِ دینیہ کے تقدس کا سوال

مولانا محمد الیاس مدنی

دینی مراکز کا حوالہ سامنے آتے ہی ذہن میں تقدس کا احساس چھانے لگتا ہے۔ مساجد و مدارس اور خانقاہوں کے تصور سے ہی وقار اور سنجیدگی مجسم ہو کر سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس لئے کہ یہی وہ جگہیں ہیں جہاں سے روحانیت پھوٹتی ہے اور انسانیت اپنے مقصد وجود سے روشناس ہوتی ہے۔ ان مراکز کا بنیادی مقصد یہی ہوتا ہے کہ دنیا کے جھمیلوں سے نکل کر چند گھڑیاں دنیا بنانے والے کی بارگاہ میں گزاری جائیں۔ رات دن فکر دنیا میں غلطاں انسان کے لئے کچھ لمحات فکرِ آخرت میں گزارنے کا موقع میسر آئے لیکن ناس ہو کیمرے کا جس کے بے جا استعمال کو دیکھ کر جذبات پر اوس پڑ جاتی ہے۔

وجہ یہ ہے کہ دینی مراکز روحانیت، ایمان اور دینی تربیت کا مرکز ہوتے ہیں۔ یہاں عبادت و ریاضت کے ساتھ ساتھ دین کی تعلیم و تبلیغ، قرآن و سنت کی تعلیمات اور اسلامی تہذیب و ثقافت کو زندہ رکھنے کا کام انجام دیا جاتا ہے۔ ان مراکز کی مخصوص روایات، یہاں کی جانے والی عبادات اور یہاں انجام پائے جانے والا دینی کام انہیں عام دنیوی مقامات سے منفرد اور مقدس بناتے ہیں، مگر جس وفور کے ساتھ یہاں کیمرے کا استعمال عام ہو رہا ہے الامان والحفیظ۔

> سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی روشنی میں ان مراکز کے اندر سادگی اور اخلاص کو فروغ دیا جائے۔ یہاں کیمرے کے استعمال کی بجائے دینی علوم، ذکر و اذکار اور دیگر روحانی اعمال پر توجہ مرکوز کی جائے۔

جدید ٹیکنالوجی نے زندگی کے ہر شعبے میں انقلاب برپا کر دیا ہے اور اسکرینز (ٹی وی، موبائل، کمپیوٹر اور کیمرے) کا استعمال ہماری روزمرہ زندگی کا لازمی جزو بن چکا ہے۔ تاہم، جہاں یہ ٹیکنالوجی بے شمار فوائد کی حامل ہے، وہیں اس کے نقصانات بھی غیر معمولی ہیں۔ خاص طور پر کیمرے کی شکل میں ہمارے دینی مراکز کو ایک ایسے فتنے کا سامنا ہے جس کے سامنے بند باندھنے کی سخت ضرورت ہے۔ دینی مراکز جہاں روحانیت، اخلاص اور دینی اقدار کو فروغ ملنا چاہئے وہاں کیمرے کا بے جا استعمال نہ صرف ان کے بنیادی مقصد کے ساتھ متصادم ہے بلکہ اور بھی کئی مفاسد کا حامل ہے۔

حج وعمرہ کے دوران تصویر کشی اور ویڈیو سازی کی جو بھرمار کی جا رہی ہے اس سے سب ہی واقف ہیں، بھلا اس کی کیا تک ہے؟ یہ عمل نہ صرف انسان کی توجہ اس کے اصل مقصد سے ہٹانے کا باعث ہے بلکہ خدانخواستہ وہاں حاضری کی برکات سے محرومی کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ ان مقدس لمحات میں انسان کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت، عاجزی اور روحانی تعلق کا حصول ہونا چاہئے، نہ کہ دنیا کے سامنے اپنی عبادات کی

ABDULLAH SATTAR DINA
& Sons Jewellers
عبد اللہ ستار ڈینا اینڈ سنز جیولرز
Gold, Silvers, Sellers & Order Suppliers
Shop: 85, Kundan Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Phone :32514972, 32531133

نمائش۔ ان اعمال سے روحانی توجہ اور اخلاص کمزور پڑ جاتے ہیں اور یہ عبادات کے اصل مقصد کے منافی ہیں۔ حج وعمرہ جیسے مقدس فریضے کو دنیوی تشہیر کا ذریعہ بنانا اس کی روحانیت کو نقصان پہنچانے کے مترادف ہے۔

دینی مدارس کے اساتذۂ کرام وطلبا میں بھی موبائل کا استعمال وبا کی شکل اختیار کرتا جارہا ہے۔ مدارس کے اندر ہو یا باہر کیمرے کا استعمال حسب ضرورت ہی کرنا چاہئے۔ یاد رکھئے! مدارس صرف تعلیمی ادارے نہیں بلکہ دینی تعلیمی ادارے ہیں اور اسی بنا پر عوام انہیں تقدس کا درجہ دیتے ہیں۔ کیمرے کے بے دریغ استعمال سے ان کے تقدس پر حرف آسکتا ہے۔ اساتذۂ کرام وطلبا دینی تعلیم وتربیت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائیں اور اس کے لئے روایتی طریقہ اپنانے میں ہی خیر ہے۔ جدید طور طریقے اپنانے اور ٹیکنالوجی سے استفادے میں اگرچہ حرج نہیں تاہم احتیاط مدنظر رکھنا چاہئے۔

مختلف مذہبی وتبلیغی اجتماعات کے موقع پر کیمرے کا غیر ضروری استعمال بھی ایک سنگین مسئلہ بنتا جارہا ہے جو ان اجتماعات کی روحانی فضا کو مکدر کرتا ہے۔ ان اجتماعات میں شرکت کرنے والوں کی توجہ ذکر ودعا اور دینی مسائل و احکام پر مرکوز ہونی چاہئے کیونکہ کیمرے کا بے جا استعمال اخلاص کو کمزور اور نمائش کا عنصر پیدا کرتا ہے، جو اجتماع کے اصل مقصد کے خلاف ہے۔ اس لئے ایسے مواقع پر کیمرے کے استعمال میں احتیاط برتنا ضروری ہے۔

اجتماعات کا پیغام عام کرنے کے لئے کیمرے کا استعمال درست بھی قرار دیا جائے تب بھی اس کے غیر ضروری استعمال کی کوئی تک نہیں بنتی۔ تبلیغی اجتماعات میں تو یہاں تک احتیاط برتی جاتی ہے کہ نماز کے لئے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال غیر ضروری سمجھا جاتا ہے۔ پنڈال میں کیمرے کے استعمال کی ممانعت پر مبنی واضح ہدایات کے باوجود جانے کیوں بعض کرم فرما کیمرے کے توسط سے اپنی شرکت کا ثبوت دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ جو اہل علم ڈیجیٹل تصویر کے جواز کے قائل ہیں ان کی جانب سے بھی اس کے غیر ضروری استعمال پر تنقید سامنے آتی رہتی ہے۔

مساجد و مدارس اور خانقاہوں میں کیمرے کے استعمال سے وہاں کا روحانی ماحول شدید متاثر ہوتا ہے۔ لوگ یہاں اس لئے آتے ہیں کہ وہ تھوڑی دیر اللہ کی یاد میں محو ہوسکیں، انہیں کچھ دیر کے لئے خشوع وخضوع کی نعمت نصیب ہو لیکن ناس ہو کیمرے کا جس کی چکاچوند ذہن کو اس کے اصل مقصد سے ہٹا دیتی ہیں۔ اس کا استعمال نہ صرف نمازوں میں خلل کا باعث بنتا ہے بلکہ دعا اور ذکر جیسے اہم اعمال میں بھی توجہ کا ستیاناس کر دیتا ہے۔ جس وقت کسی کو اللہ کے حضور جھکنا چاہئے اس وقت وہ کیمرے کی چمک دمک کا شکار ہوجاتا ہے۔

کیمرے کے مفاسد کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بات انتہائی ضروری ہوچکی کہ اس کا استعمال نہ ہی کیا جائے۔ سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی روشنی میں ان مراکز کے اندر سادگی اور اخلاص کو فروغ دیا جائے۔ یہاں کیمرے کے استعمال کی بجائے دینی علوم، ذکر واذکار اور دیگر روحانی اعمال پر توجہ مرکوز کی جائے۔ کیمرے کا استعمال اگر کہیں ناگزیر ہو تو اسے محدود اور متوازن رکھا جائے۔ دینی مراکز میں صرف ضرورت کے لئے اس کا استعمال کیا جائے۔ مراکز دینیہ کا تقدس بحال رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ یہاں کیمرے کے غیر ضروری استعمال کی سخت حوصلہ شکنی کی جائے اور اس سلسلے میں کوئی نرمی نہ برتی جائے۔

دینی مراکز میں کیمرے کے استعمال کو محدود کرنے کے لئے انتظامیہ کو سخت اصول وضع کرنا چاہئیں۔ اجتماعات کے دوران کیمرے کے استعمال سے گریز ہی بہتر ہے لیکن اگر کرنا ہی ہو تو صرف ضروری مواقع جیسے تعلیمی یا تبلیغی ریکارڈنگ کے لئے ہو، جبکہ عام افراد کو ذاتی تصویر کشی یا ویڈیو سازی سے قطعاً باز رکھا جائے۔ دینی، مقامات کی روحانی فضا کو محفوظ اور مقدس بس اسی طور پر رکھا جاسکتا ہے۔

(بشکریہ ماہنامہ سلوک واحسان کراچی، اکتوبر ۲۰۲۴ء)

ABS
ESTD 1880
سو سال سے زائد بہترین خدمت
ABDULLAH Brothers Sonara
عبداللہ برادرز سونارا
Formerly: H. Elyas Sonara
Shop: NP 2/73, Bhangnari Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph:32546455, Cell: 0301-2352363

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق حسنہ

مولانا حمید اللہ قاسمی

اخلاق کا لفظ ذہن میں آتے ہی ایک ایسا خاکہ ابھر کر سامنے آجاتا ہے کہ جس کو ہر آدمی اپنانے کی کوشش کرتا ہے، کیونکہ اخلاق انسان کا ایک ایسا جز ہے کہ جس کے اندر یہ صفت پائی جائے تو سمجھ لیجئے کہ وہ کامل انسان ہے، اخلاق ایک ایسی دوا ہے جو دل و دماغ دونوں کو غذا پہنچاتا ہے، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے علم اور عبادت کی زینت اخلاق کو قرار دیا ہے، قیامت کے دن مومن کے میزان عمل میں کوئی چیز حسن اخلاق سے زیادہ باوزن نہیں ہوگی، اسی طرح مومن اپنے حسن اخلاق ہی کی وجہ سے ہمیشہ روزہ رکھنے اور تہجد گزار کا مرتبہ حاصل کرلیتا ہے، مسلم شریف کی روایت ہے کہ: ''نیکی حسن اخلاق کا نام ہے اور برائی وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تمہیں ناپسند ہو کہ لوگ اسے جانیں۔''

(رواہ مسلم و ابوداؤد)

ترمذی شریف میں ایک جگہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اخلاق کے اعتبار سے سب سے اچھا ہو۔'' چنانچہ عظمت اخلاق آخری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتیاز ہے، سارے انبیاء اخلاق کی تعلیم دینے کے لیے دنیا میں آئے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس ہدایت کے آخری رسول ہیں، یا یوں سمجھئے کہ قرآنی نظریہ اخلاق ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نمونہ اخلاق ہیں، جب نظریہ عمل میں ڈھلتا ہے تو کمی بیشی عموماً ہوجاتی ہے، مگر اخلاق کا نظریہ جتنا معقول اور مستحکم ہے اتنا ہی مستحکم اخلاق کا نمونہ بھی ہے، اسی لیے دنیا کے بیشتر مفکرین اور معلّمین کی نظر میں اخلاق کا درس خوشنما نظر آتا ہے، مگر جب ان کے قریب جایئے تو فکر و عمل کا تضاد اور گفتار و کردار کا اختلاف سامنے آتا ہے؛ لیکن رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ یہ ہے کہ ان کی گفتار جتنی پاکیزہ ہے، کردار اتنا ہی پاکیزہ نظر آتا ہے، تعلیم جتنی روشن نظر آتی ہے، سیرت اتنی صیقل دکھائی دیتی ہے، کہیں پر کوئی جھول یا کسی قسم کا کھوٹ نہیں، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ واقعی اس اعزاز کے مستحق تھے؛ کیوں کہ وہ کون سا خلق حسن ہے جو آپ کی ذات گرامی میں نہیں تھا، حیاء جس کو تمام اخلاق میں سب سے افضل اور عظیم ترین خلق قرار دیا گیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی میں اس کے دخل کا یہ حال تھا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک باکرہ اور بے نکاح لڑکی اپنے پردے میں جس قدر حیا کرتی ہے اس سے کہیں زیادہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حیادار تھے۔

غصہ کو دبانا اور ضبط کرنا بڑی اعلیٰ صفت ہے جو برسوں کی ریاضت کے بعد کسی کو حاصل ہوتی ہے، اس کے فضائل بیان کردینا تو آسان ہے مگر اس پر عمل کرنا بڑا مشکل ہے؛ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر یہ اعلیٰ صفت کوٹ کوٹ کر بھی ہوئی تھی، اگر سیرت کا مطالعہ غور سے کیا جائے تو اس کی مثال قدم قدم پر ملیں گی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا جب مکہ سے ہجرت کرکے (اونٹ پر سوار ہوکر) مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہورہی تھیں، تو راستہ میں ہبار بن اسود نامی ایک شخص نے انہیں اتنی تیزی سی نیزہ مارا کہ وہ اونٹ سے گر پڑیں، حمل ساقط ہوگیا، اس صدمہ سے تاب نہ لاسکیں اور اللہ کو پیاری ہوگئیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس حادثہ کی خبر ہوئی تو آپ بہت غضبناک ہوئے اور آپ کو اس بات سے بہت صدمہ ہوا، جب بھی اس حادثہ کی یاد تازہ ہوجاتی تو آب دیدہ ہوجاتے؛ لیکن جب ہبار بن اسود اسلام لے آئے اور معافی کی درخواست کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں معاف کردیا۔

اسی طرح وحشی بن حرب جن کی ذات سے اسلامی تاریخ کے تلخ ترین حادثہ کی یاد وابستہ ہے، کہ جنھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب و مشفق چچا کو قتل کیا تھا؛ لیکن جب انھوں نے اسلام لاکر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا اسلام تسلیم فرمالیا،

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل کی کیفیت دریافت فرمائی، جب انھوں نے واقعہ بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گریہ طاری ہوگیا اور فرمایا وحشی! تمہارا قصور معاف ہے؛ لیکن تم میرے سامنے نہ آیا کرو، تمہیں دیکھ کر پیارے شہید چچا کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔

وفا: انسانی اور ایمانی صفت ہے جس کے اندر وفا نہ ہو وہ یقیناً انسانیت اور ایمان کے کمال سے محروم ہے۔ قرآن میں بدعہدی کو یہود جیسی مردود قوم کی صفت بتایا گیا ہے اور ایفائے عہد کو مومنوں، متقیوں اور اللہ کے نبیوں کی صفت قرار دیا گیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ میں ایک اخلاق یہ بھی ہے کہ آپ ہمیشہ وفا کرتے تھے، بے وفائی اور عہد شکنی نہیں کرتے تھے، حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ مجھے قریش نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کسی کام سے بھیجا (یہ اس وقت کی بات ہے جب میں اسلام سے محروم تھا) جب میں نے آپ کی زیارت کی تو فوراً میرے دل میں اسلام کی محبت بیٹھ گئی، چنانچہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! خدا کی قسم اب میں یہاں سے واپس نہیں جاؤں گا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”نہ تو میں وعدہ خلافی کرتا ہوں اور نہ عہد شکنی کرتا ہوں اور نہ ہی غلاموں کو روکتا ہوں، فی الوقت تم واپس چلے جاؤ البتہ اگر تمہارے دل میں یہی جذبہ، یہی ارمان، یہی تمنا، یہی خواہش رہی تو پھر واپس چلے آنا“ چنانچہ میں اس وقت تو چلا گیا؛ لیکن بعد میں خدمت اقدس میں حاضر ہوکر اسلام قبول کرلیا۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اخلاق حسنہ کی دولت سے تڑپتی انسانیت کی غمخواری کی، اپنے ازلی وابدی دشمنوں کو پتھر کے جواب میں پھولوں کا گلدستہ پیش کیا، نفرت کے اندھیروں میں الفت ومحبت کی شمع روشن کی، آپسی تفرقہ بازی اور دائمی بغض وعداوت کی بیخ کنی کرکے بھائی چارگی اور الفت ومحبت کے چشمے بہائے، یہی نہیں بلکہ ذرا دو قدم آگے بڑھ کر فتح مکہ کی تاریخ کے اوراق کو الٹ کر دیکھئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں فاتحانہ انداز میں داخل ہوتے ہیں، صحابہ کرامؓ کی دس ہزار جمعیت آپ کے ساتھ ہے، صحابہ اعلان کرتے ہیں: ”الیوم یوم الملحمة“ آج بدلے کا دن ہے، آج جوش انتقام کو سرد کرنے کا دن ہے، آج شمشیروسناں کا دن ہے، آج گذشتہ مظالم کے زخموں پر مرہم رکھنے کا دن ہے، آج ہم اپنے دشمنوں کے گوشت کے قیمے بنائیں گے، آج ہم ان کی کھوپڑیوں کو اپنی تلواروں پر اچھالیں گے، آج ہم شعلۂ جوالہ بن کر خرمن کفار کو جلا کر بھسم کردیں گے اور گذشتہ مظالم کی بھڑکتی چنگاری کو ان کے لہو سے بجھائیں گے۔

لیکن تاریخ شاہد ہے اور زمین وآسمان گواہی دیتے ہیں کہ ایسا کچھ نہیں ہوا، رحمت نبوی جوش میں آئی اور زبان رسالت کی صدائیں لوگوں کے کانوں سے ٹکراتی ہیں ”لاتثریب علیکم الیوم واذھبوا انتم الطلقاء“ کہ جاؤ تم سب آزاد ہو، تم لوگوں سے کسی قسم کا بدلہ نہیں لیا جائیگا، یہ تھا آپ کا اخلاق کریمانہ، یہ تھا آپ کے اخلاق حسنہ کا اعلیٰ نمونہ، جس کی مثال سے دنیا قاصر ہے۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم انسانیت کو اخلاقیت کا وہ اعلیٰ نمونہ پیش کیا جس کی گواہی باری تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں ”انک لعلی خلق عظیم“ ایک جگہ خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اخلاقیت کی گواہی دیتے ہوئے فرماتے ہیں ”انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق“ مجھے تو اس لیے بھیجا گیا ہے تاکہ میں نیک خصلتوں اور مکارم اخلاق کی تکمیل کروں، اسی کو سراہتے ہوئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی آپ کے اخلاق حسنہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں: ”کان خلقه القرآن۔“

لہٰذا جو مکارم اخلاق آپ کو خالق کونین کی طرف سے مرحمت ہوئے تھے اور جن کی تکمیل کے لیے آپ کو اس دنیا میں بھیجا گیا تھا وہ مکلف مخلوق کی فطرت کے جملہ مقتضیات کے عین مطابق تھے اور جن کا مقصد صرف یہی نہ تھا بلکہ ان کے ذریعہ روحانی مریضوں کو ان کے بستروں سے اٹھایا جائے اور اٹھنے والوں کو چلایا جائے اور چلنے والوں کو تیزی سے دوڑایا جائے اور دوڑنے والوں کو روحانی کمال اور اخلاقی معراج کی غایۃ قصویٰ تک اور سعادت دنیوی ہی نہیں؛ بلکہ سعادت دارین کی سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچایا جائے۔

بیشک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اخلاق حسنہ سے بھری پڑی ہے، جسے آج ہمیں اس نازک ترین حالات میں اپنانے کی ضرورت ہے، اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اخلاق کی تعلیم دوسروں کو دیں اور خود بھی اس پر عمل پیرا ہوں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل پر اپنی زندگی کو سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں؛ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کو اپنانے کے بعد ہمارے لیے بھی اخلاقیت کی بلند اور دشوار گزار گھاٹی پر چڑھنا آسان ہوجائے گا۔☆☆

۸ ویں سالانہ، عظیم الشان

تحفظ ختم نبوت کانفرنس، منڈی بہاؤالدین

رپورٹ:.... مولانا محمد مسعود خوشابی

اہل خرد نے کیا خوب کہا ہے کہ شکست انہیں ہوتی ہے جن کا یقین ڈگمگا جائے، ہار ان کا مقدر ہوتی ہے جن کا ایمان کمزور پڑ جائے، رسوائی ان کے حصے میں آتی ہے جو خوفزدہ ہو جائیں۔ ۹ ربیع الثانی مطابق ۱۱/ اکتوبر ۲۰۲۴ء کا دن عاشقان ختم نبوت ضلع منڈی بہاؤالدین کے لیے ایک یادگار اور تاریخی دن بن گیا کہ اس دن مرکزی جامع مسجد ریلوے روڈ میں ۸ ویں سالانہ تحفظ ختم نبوت کانفرنس کے شاندار انعقاد نے اہلسنت والجماعت مسلک علماء دیوبند کا سر فخر سے بلند کر دیا۔

اس فقید المثال کانفرنس کی کامیابی نے اہل مسلک کی ایسی شان وشوکت کا اظہار کیا کہ دیگر مسالک کے لوگوں کو بھی ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ وسیع وعریض گراؤنڈ تنگ دامنی کا شکوہ کرنے لگا۔ کانفرنس کے کھانے پینے، نشست وبرخاست و دیگر مثالی انتظامات نے کانفرنس کے شرکاء کے سینوں میں ایسے یادگار نقش چھوڑے جو کہ بھلانے سے بھی نہیں بھولیں گے۔ منتظمین کانفرنس نے انتظامات میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ جس کی جو ذمہ داری تھی اس نے بخوبی نبھائی۔ ضلع بھر سے قافلوں کی ختم نبوت کے نعروں کے ساتھ پنڈال میں دبنگ انٹری نے وہ خوبصورت سماں باندھا کہ زمینی مخلوق کیا آسمانی مخلوق بھی عش عش کر اٹھی۔ ایسے مناظر دل کی تختی پر نقش ہو جاتے ہیں اور تاریخ کا حصہ بن جاتے ہیں۔

کانفرنس میں قاری ارشد محمود صفدر، قاری محمد مزمل، قاری عبدالوحید اور قاری محمد عثمان معاویہ کی تلاوت نے ایمان کو تازگی بخشی جبکہ مولانا محمد قاسم گجر نے نعتیہ کلام کے ذریعے خوب گرمایا۔ کانفرنس کے مہمانانِ خصوصی جب اسٹیج پر تشریف لائے تو مجمع نے ختم نبوت کے نعروں سے ایسا شاندار استقبال کیا کہ مہمانانِ خصوصی حضرات کے چہرے مجمع کے جوش وخروش اور عقیدت ومحبت دیکھ کر کھل اٹھے۔ شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا صاحب، مولانا عبدالماجد شہیدی صاحب، مولانا قاضی احسان احمد صاحب، مولانا اکرام الحق صاحب، مولانا نور محمد ہزاروی صاحب، مولانا خالد عابد صاحب، مولانا محمد قاسم سیوطی صاحب، مولانا دلدار احمد بلال صاحب، مولانا ولی الرحمٰن صاحب، قاری عمر فاروق صاحب، اور ملک فاروق نے کانفرنس میں گفتگو اور خطاب کیا۔ مولانا اللہ وسایا صاحب نے لفظ ''خاتم النبیین'' کی ایسی دلنشین اور تمثیلی انداز میں گفتگو کی کہ مجمع نے ہمہ تن گوش ہو کر سماعت کی۔ (مولانا اللہ وسایا صاحب کی گفتگو جو انتہائی مفید اور تعمیری گفتگو ہے اس کی تلخیص علیحدہ کالم میں کروں گا)۔ مولانا عبدالماجد شہیدی صاحب نے اپنی گفتگو میں قادیانیوں کو دعوت اسلام دی۔ مولانا قاضی احسان احمد صاحب نے شہدائے ختم نبوت کی قربانیوں کا تذکرہ ایسے سوز وگداز سے کیا کہ سامعین آبدیدہ ہو گئے۔ عقیدہ ختم نبوت کے محاذ پر خدمات دینے والے مجاہدین کے واقعات سنائے اور قادیانی مصنوعات کے استعمال کا نقصان بتایا اور مکمل بائیکاٹ کا عزم لیا۔ مولانا اکرام الحق صاحب نے اپنی گفتگو میں اس چیز سے پردہ اٹھایا کہ قادیانی ہمیں کیا سمجھتے ہیں اور کیا غلیظ گالیاں دیتے ہیں؟ انہوں نے منڈی بہاؤالدین شہر کی تاجر برادری کی عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے دی جانے والی خدمات پر خراج تحسین پیش کیا۔ مولانا نور محمد ہزاروی صاحب نے قادیانی مصنوعات کے بائیکاٹ کا عہد لیا اور 24، 25 اکتوبر کو سرزمین چناب نگر پر ہونے والی عالمی سالانہ ختم نبوت کانفرنس کی دعوت دی اور شرکت کی بھرپور ترغیب دی۔ مولانا خالد عابد، مولانا محمد قاسم سیوطی و مقامی علماء کرام نے عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت اور فتنہ قادیانیت کی حقیقت کے بارے آگاہ کیا۔

کانفرنس کا اختتام عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع منڈی بہاؤالدین کے امیر قاری عبدالواحد صاحب کی دعا پر ہوا۔ کانفرنس کی کامیابی میں دعوتی و اشتہاری ٹیم کی انتھک اور دیوانہ وار محنت اور کوشش کا کلیدی کردار ہے۔ علماء کرام ودیگر طبقات کا کردار مسلم اور دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکریہ لیکن شہر کی تاجر برادری کا مبلغ ختم نبوت مولانا محمد قاسم سیوطی

کی نگرانی میں رات گئے تک دعوتی و اشتہاری مہم چلانا قابلِ تحسین ہے۔

کانفرنس کے آخری دنوں میں مولانا محمد قاسم سیوطی کو ڈینگی بخار کی شکایت ہوگئی لیکن اس کے باوجود مبلغ ختم نبوت کانفرنس کی دعوتی و اشتہاری مہم کی کڑی نگرانی کرتے رہے۔ صحافی برادری بالخصوص صدر پریس کلب خان ظہیر خان صاحب اور عروج پاشا صاحب نے کانفرنس کو بھرپور کوریج دے کر کانفرنس کے منتظمین سے خوب دعائیں سمیٹیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو دنیا و آخرت کی ڈھیر ساری خوشیاں نصیب فرمائے۔ بھائی حاجی اطہر صاحب کی جانب سے ہر سال خواص اور مقامی علماء کرام کے لیے کھانے کا اہتمام اور بھائی خواجہ مہتاب اشرف صاحب کی جانب سے عوامی کھانے کا اہتمام قابلِ صد تحسین ہے جس کو جتنا سراہا جائے کم ہے۔ کانفرنس کی تیاری کے لیے ضلع بھر میں چالیس کے قریب دعوتی پروگرام ہوئے۔ بہرحال ہر لحاظ سے کانفرنس کامیاب ٹھہری۔ مجمع کی ریکارڈ شرکت اور عمدہ انتظامات پر منتظمین کانفرنس کے چہرے چمک دمک رہے تھے اور شادمانی و مسرت ان کے چہرے سے عیاں تھی۔ شرکاء نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع منڈی بہاؤالدین کے جملہ عہدیداران و کارکنان کو کانفرنس کی کامیابی پر مبارکباد اور حسنِ انتظام پر خراجِ تحسین پیش کیا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جس نے بھی کانفرنس کی کامیابی کے لیے جس درجے محنت و کوشش کی اسے اپنی شایان شان بدلہ عطاء فرمائے۔ اللہ کریم ہم سب کو تادم آخر عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔ ☆☆

تبصرۂ کتب

نقوشِ شجاع آباد (۲ جلدیں)

شیخ الحدیث حضرت مولانا زبیر احمد صدیقی مدظلہ، صفحات جلد اول: ۶۴۰، جلد دوم: ۴۷۶، ناشر: مکتبہ رشیدیہ، جامعہ فاروقیہ شجاع آباد، ملتان۔

شجاع آباد؛ جنوبی پنجاب کے مرکزی شہر ملتان کے مضافات میں قائم مردم خیز خطہ ہے۔ یہاں بڑے بڑے علمائے کرام، نامور مشائخ عظام اور اہل اللہ پیدا ہوئے؛ جن کے علم و فضل، سلوک و احسان، فن و ادب اور خطابت و فصاحت کا فیض چہار سو عالم پہنچا ہے۔

اس سرزمین کے فرزند حضرت مولانا زبیر احمد صدیقی دامت برکاتہم موفق للخیر شخصیت ہیں، جو اس سے قبل ''نقوشِ قرآن، نقوشِ اسلام اور نقوشِ تاریخ'' کے عنوانات سے اپنے جواہر علمی پیش کر چکے ہیں۔ اب انہوں نے اپنے آبائی علاقہ کی تاریخ، یہاں کے علما و مشائخ کے تذکرہ اور ان کی خدمات کو اجاگر کرنے کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ اس پر وہ خراج تحسین کے مستحق ہیں کہ اپنے لوگوں کو یاد رکھنا، خصوصاً اہل اللہ، علمائے کرام اور نیکوکاروں کا تذکرہ کرنا، آنے والی نسلوں کے لئے تاریخ مرتب کرنا؛ بڑے دل جگرے کا کام ہے! اس راہ میں کتنی صعوبتیں اور نشیب و فراز آتے ہیں، اس کا اندازہ انہی کو ہوسکتا ہے جنہوں نے یہ بھاری پتھر اٹھانے کے بعد چوم کر واپس رکھنے کی بجائے اس سے تاریخ کے سنگ تراشے ہوں۔

پیش نظر کتاب تین ابواب پر منقسم ہے؛ پہلے باب میں شجاع آباد کے قیام سے لے کر اس کے آباد ہونے، یہاں کے علمی مراکز، مدارس اور عصری اداروں کی تاریخ رقم کی گئی ہے۔ دوسرا باب شجاع آباد اور اس کے گرد و نواح جلال پور پیر والا وغیرہ کے تقریباً ۱۱۰ علماء و مشائخ کے تذکرہ سے معطر ہے، مؤلف کو اعتراف ہے کہ اس خطہ کے تمام علما و مشائخ کے احوال کا احاطہ نہیں کیا جاسکا، بلکہ تگ و دو اور تلاش بسیار کے بعد جتنا کچھ میسر آسکا، اس کا گلدستہ سجا دیا گیا ہے۔ جب کہ تیسرے باب میں جامعہ فاروقیہ شجاع آباد کی تاریخ و خدمات کو قلم بند کیا گیا ہے۔ کتاب کے اکثر مضامین مؤلف موصوف نے خود لکھے ہیں، بعض مضامین دوسرے اہل قلم کے بھی شامل کیے گئے ہیں۔

اس مجموعہ کے منظر عام پر آنے کے اصل محرک و باعث ہمارے شیخ و مرشد شہید ناموس رسالت حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری قدس سرہٗ ہیں، جن کی ترغیب و تحریض پر مؤلف نے یہ کام شروع کیا اور اسے مرتب کر کے شائع کرنے میں کامیاب ہوسکے۔ طباعت مضبوط، کاغذ مناسب، ٹائٹل دیدہ زیب ہے۔ اہل ذوق کے لئے خاصے کی چیز ہے۔

نوٹ:.... تبصرۂ کتب کے لئے کتاب کے دو نسخوں کا موصول ہونا ضروری ہے۔

(مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ)

فرقہ مہدویہ کی حقیقت

سیّد محمد جونپوری کے باطل عقائد ونظریات

مرتب:... مولانا مفتی منیر احمد طارق

فرقہ مہدویہ کے بانی سیّد محمد جونپوری کی ولادت ۱۴/ جمادی الاولیٰ بروز پیر ۸۴۷ھ مطابق ۱۰/ستمبر ۱۴۴۳ء میں انڈیا کے علاقہ جونپور میں ہوئی۔ سیّد محمد جونپوری نے اپنی خواہشات نفسانی کی تکمیل کے لیے دعویٰ مہدویت سے قبل راہ ہموار کرنے کے لئے اور اپنی خرافات اور باطل عقائد ونظریات کو دین کا پیرایہ دینے کے خاطر اپنے والد کا حقیقی نام سیّد محمد یوسف خان سے تبدیل کرکے عبداللہ اور والدہ کا اصل نام آقا ملک سے تبدیل کرکے آمنہ مشہور کرایا۔

سیّد محمد جونپوری ۸۸۷ھ میں جونپور کو ترک کرکے مختلف علاقوں میں گشت کرتے ہوئے ۹۰۰ھ میں احمد نگری پہنچے اور پھر ۹۰۱ھ میں حج کے لئے چلے گئے، ۹ ماہ مکہ معظمہ میں قیام کے دوران رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑے ہوکر سیّد محمد جونپوری نے ۵۲ یا ۵۴ سال کی عمر میں مہدی موعود آخر زماں کا دعویٰ کرتے ہوئے کہا: ''انا مهدی مبین مراد الله'' کہ میری ذات وہ ہی ہے، جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا اور حضرت محمد صلی اللہ علی وآلہ وسلم وسابق انبیاء کرام علیہم السلام نے جس کی آمد کی خبر دی تھی۔

(تحریک مہدویت، ص:۳۵تا۴۰)

سیّد محمد جونپوری کا کہنا ہے کہ بندے کو خدا تعالیٰ نے (ازل ہی میں) مہدی موعود بنا کر بندے کا تعارف سب پیغمبروں کو کرادیا تھا، بنا بریں اکثر پیغمبروں نے بندے کی صحبت میں رہنے کی تمنا کی تھی۔

(شاہدالولایت:۲۱۶،مطالعہ مہدویت:۹۱)

فرقہ مہدویت کا عقیدہ ہے کہ سیّد محمد جونپوری بھی دعائے ابراہیم اور مبشر عیسیٰ (علیہما السلام) ہیں۔ (مطالعۂ مہدویت، ص:۱۰۱)

فرقہ مہدویہ کا عقیدہ ہے کہ جونپوری کو مہدی بنا کر اس وقت بھیجا گیا جب تمام عالم سے دین چلا گیا تھا، صرف مجذوبوں میں دین باقی تھا۔

(مطالعۂ مہدویت، ص:۱۱۲)

سیّد محمد جونپوری کے متعلق کتاب رودِ کوثر میں شیخ محمد اکرام نے لکھا ہے کہ ۹۰۱ھ میں امام مہدی کا دعویٰ کرنے کے بعد مکہ معظمہ سے واپس انڈیا میں جمال پور اور احمد آباد کی مسجد تاج خان سالار میں آئے اور اپنی مہدویت کا پرچار شروع کیا، اس کے بعد ۹۰۵ھ میں پاکستان کے علاقہ ٹھٹھہ آئے، یہاں تقریباً چھ ماہ قیام کیا اور آج تک یہاں ان کی جائے قیام زیارت گاہ بنی ہوئی ہے، اس کے بعد ٹھٹھہ سے نکل کر بلوچستان، قندھار سے ہوتے ہوئے افغانستان کے علاقہ فراہ میں آئے اور ۱۹/ذوالقعدہ ۹۱۰ھ بروز پیر انتقال کر گئے۔ (مہدوی تاریخ مختصراً، ص:۷۶)

اہل السنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ:

امت مسلمہ اور اہلِ السنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں وحدہٗ لاشریک ہیں، اسی طرح حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبوت ورسالت میں خاتم النبیین والمرسلین ہونے پر یکتا ہیں، اس بنیادی عقیدہ پر کوئی شک وشبہ کی یا تاویل کی بالکل گنجائش نہیں ہے، اس عقیدہ سے انحراف کرنے والا اسلام سے خارج ہے۔ اور حضرت امام مہدیؓ کے ظہور سے متعلق متواتر احادیث میں قربِ قیامت میں ان کے آنے کا ذکر موجود ہے اور ان کی متعدد علامات بھی احادیث میں موجود ہیں، جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات سمیت دیگر متعدد علامات شامل ہیں، ان کے علاوہ اور کوئی امام مہدیؓ نہیں ہوسکتا۔

اب تک تقریباً ۸۰ کذابوں نے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے، جس میں جونپوری بھی شامل ہے، ان سب کو امت مسلمہ نے جھوٹا اور باطل قرار دیا ہے۔

فرقہ مہدویہ کے بانی سیّد محمد جونپوری اور اس کے پیروکاروں کے عقائد ونظریات:

(۱) فرقہ مہدیہ کا عقیدہ ہے کہ مہدی موعود کی ولادت جونپور میں ۱۴/ جمادی الاول ۸۴۷ھ کو ہوچکی ہے اور وہ دنیا میں آکر ۶۳ سال

کی عمر میں چلے گئے ہیں، اب کوئی مہدی نہیں آئے گا۔

یہ عقیدہ متواتر احادیث صحیحہ کے بالکل خلاف ہے، اس لئے کہ احادیث میں جس مہدی موعود کا ذکر ہے، وہ قربِ قیامت میں دجال کے وقت ظاہر ہوں گے، امام حسنؓ اور امام حسینؓ کی اولاد میں سے ہوں گے، اہلِ نصاریٰ سے عظیم جنگ میں آپ فتحیاب ہوں گے، آپؓ کے زمانہ میں دینِ اسلام کی اشاعت اور دنیا میں عدل و انصاف کا خوب بول بالا ہوگا، امام مہدی علیہ الرضوان کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوگی، مکہ کے لوگ ان کے ہاتھ پر بیعت کریں گے، جس سال امام مہدیؓ کا ظہور ہوگا، اس سال رمضان میں چاند اور سورج گرہن ہوگا۔ مذکورہ علامات سمیت اور بھی متعدد علامات احادیث میں آئی ہیں۔ امام مہدی موعود کے لئے ان میں سے کوئی بھی علامت جونپوری میں نہیں پائی جاتی، یہی وجہ ہے کہ اس وقت کے تمام علمائے کرام مکہ معظمہ نے اس کے پیروکاروں کے قتل کا فتویٰ دیتے ہوئے حکومت پر ان کا قتل واجب ٹھہرایا۔

(عقائد اسلام، ص:۱۸۱، ۱۸۲)

(۲) فرقہ مہدویہ کا عقیدہ ہے کہ سیّد محمد جونپوری حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر ہے، نعوذ باللہ! اور اس سے بڑھ کر سیّد محمد جونپوری ہزاروں انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل ہے، نعوذ باللہ! دوسری جگہ جونپوری کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد پوری انسانیت سے افضل سمجھتے ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ جونپوری کی جو باتیں دینِ محمدی کے مخالف ہیں، دراصل ان کی حیثیت ناسخ کی ہے۔

اس بارے میں امت کا اجماع ہے کہ انبیاء اور رسل تمام مخلوق سے افضل ہیں، اسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس، اللہ تعالیٰ کے بعد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے افضل وارفع ہیں، کوئی شخص کسی بھی درجہ میں حضرت سیّد الاولین والآخرین خاتم النبیین والمرسلین کو نہیں پہنچ سکتا ہے۔

(شرح الفقہ الاکبر، العقیدۃ الطحاویہ، ص:۱۴)

(۳) سیّد محمد جونپوری کے فرقہ مہدویہ کا عقیدہ ہے کہ دعا میں ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں ہے۔

یہ سراسر غلط اور حقیقت کے خلاف ہے، جبکہ احادیث میں نماز کے بعد سمیت دیگر مواقع پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت ہے۔

(مظاہر حق، ص:۴۷۵، مشکوٰۃ، ص:۱۹۵)

(۴) سیّد محمد جونپوری کے فرقہ مہدویہ کا عقیدہ ہے کہ شریعت کے دو جزو ہیں: شریعت اور طریقت، شریعت کی تکمیل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی اور طریقت کی تکمیل سیّد محمد جونپوری نے کی ہے۔

اس بارے میں امت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شریعت اور طریقت دونوں کی تکمیل کے لئے مبعوث فرمایا گیا تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا پاک ارشاد ہے: ”هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ“ (الجمعۃ:۲) اسی طرح دین کی تکمیل کا اعلان حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيناً“ (المائدہ:۳)

ترجمہ: ”آج میں پورا کر چکا تمہارے لئے تمہارا دین اور پورا کیا میں نے تم پر اپنا احسان اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے دین اسلام کو۔“

اس طرح محمد جونپوری کے فرقہ مہدویہ کا عقیدہ یہ ہوا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف شریعت کی تکمیل کی تھی، طریقت کی نہیں، نعوذ باللہ! اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین اسلام کے پہنچانے میں کمی کوتاہی کی۔ اس طرح کا عقیدہ رکھنے والے کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

(۵) سیّد محمد جونپوری کے فرقہ مہدویہ کا عقیدہ ہے کہ محمد جونپوری کے متبعین کا مقام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام کی طرح ہے۔

اس بارے میں امت کا عقیدہ ہے کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد جو مرتبہ و مقام حضرات صحابہ کرامؓ کا ہے، وہ مرتبہ و مقام امت محمدیہ میں سے کسی کو حاصل ہے اور نہ ہی امم سابقین میں سے کسی کو حاصل تھا۔

(۶) فرقہ مہدویہ کا عقیدہ ہے کہ سید محمد جونپوری کی مہدویت کی تصدیق فرض ہے اور اس کا انکار کفر ہے۔ اور ۹۰۵ ہجری میں دعویٰ مہدویت کے بعد جس قدر اہل اسلام مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک آئے ہیں اور جو آئیں گے سب اس انکار کے سبب کافر مطلق ہیں، مسلمان فقط مہدوی ہیں۔

اس بارے میں اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ سیّد محمد جونپوری علامات مہدویہ سے خالی ہیں، ان کی مہدویت کی تصدیق حقیقی مہدی کی تکذیب کو

مستلزم ہے جو حرام ہے اور ان کی مہدویت کا انکار واجب اور موجب نجات وثواب ہے، اہل اسلام کو کافر کہنا کفر ہے، ان لوگوں کی شامت اعمال نے ان کو اس میں مبتلا کیا ہے۔(ہدیہ مہدویہ،ص:۱۷)

(۷) فرقہ مہدویہ کا عقیدہ ہے کہ سیّد محمد جونپوری اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پورے مسلمان ہیں، سوائے ان کے حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت نوح، حضرت آدم علیہم الصلوٰۃ والسلام سمیت تمام انبیائے مرسلین ناقص الاسلام ہیں، کوئی پیغمبر نیم مسلم ہے اور کوئی پاؤ اور کوئی اس سے بھی کم۔

(پنج فضائل، ہدیہ مہدویہ:۱۹)

(۸) فرقہ مہدویہ کا عقیدہ ہے کہ سیّد محمد جونپوری صاحب شریعت ہیں اور شریعت جونپوری شرع محمدی کے بعض احکام کی ناسخ ہے۔

(۹) فرقہ مہدویت کی کتاب شواہد الولایت میں لکھا ہے کہ سیّد محمد جونپوری بعض صفات الوہیت میں حق تعالیٰ کے شریک ہیں اور جونپوری نے کہا کہ مجھے موجودات کے احوال کا اس طرح علم ہے جس طرح سونار کو سونا، چاندی کو علم ہوتا ہے۔

(۱۰) فرقہ مہدویہ کی کتاب مطلع الولایت میں لکھا ہے کہ میراں نے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر میں کسی پیغمبر کو نہ بھیجتا اور کوئی کتاب بھی نہ اتارتا تب بھی سیّد محمود (محمد جونپوری کے بڑے بیٹے کا نام ہے) اور شاہ خوندمیر (یہ ان کے داماد کا نام ہے) کو وہ مقام اور قرب حاصل ہے، ہم نے اس مرتبہ ومقام والا بندہ کسی نبی اور مرسل کے پاس نہیں پیدا کیا، یہ فقط تم ہی پر احسان کیا ہے۔ اور مہدی جونپوری نے کہا ہے کہ میاں سید خوندمیر ولایت کے اسد اللہ الغالب ہیں۔(ہدیہ مہدویہ:۲۲۲)

(۱۱) فرقہ مہدویہ کی کتاب پنج فضائل میں لکھا ہے کہ مہدی کے خلیفہ دلاور کو مراقبے میں علم ہوا ہے کہ جیسے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چار یار خلیفہ ہیں، اسی طرح مہدی کے بھی پانچ خلیفہ ہیں: میراں سیّد محمود، میاں سیّد خوندمیر، میاں نعمت، میاں نظام شاہ، سائل (یہ ان کے خلیفہ دلاور ہیں)۔ اس کی وجہ میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ زمانہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نبوت تھی، وہاں چار اصحاب خلیفہ ہوئے اور بندہ جونپوری پر ولایت ہے، اس لئے پانچ خلیفہ ہوگئے ہیں۔(ہدیہ مہدویہ،ص:۲۲۲،۲۲۳)

(۱۲) فرقہ مہدویہ کی کتاب راسلہ بشارت نامہ میں نقل کرتے ہیں کہ جیسا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں عشرۂ مبشرہؓ تھے، اسی طرح مہدی جونپوری کے بھی اصحاب میں ۱۲ شخص ہیں، کتاب انتہی اور تذکرۃ الصالحین وغیرہ میں ان کی تفصیل درج ہیں، ان میں سے پانچ تو مندرجہ بالا ہیں اور ۷ مندرجہ ذیل ہیں: (۱) امین محمد، (۲) ملک معروف، (۳) عبدالمجید، (۴) ملک الوجی، (۵) یوسف، (۶) ملک گوہر، (۷) ملک برہان الدین شام۔(ہدیہ مہدویہ،ص:۲۲۳)

(۱۳) فرقہ مہدویہ کی کتاب میں لکھا ہے کہ مہدی جونپوری کے نواسے سیّد محمد بن خوندمیر کے ساتھ لڑکپن میں (معاذ اللہ) خدا ہمیشہ کھیلا کرتا تھا۔

(۱۴) فرقہ مہدویہ کا عقیدہ ہے کہ سید محمد جونپوری حضرات خلفاء رابعہ ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے افضل ہیں۔

(ہدیہ مہدویہ،ص:۱۷)

(۱۵) فرقہ مہدویہ کا عقیدہ ہے کہ سیّد محمد جونپوری اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت نوح اور حضرت آدم علیہم الصلوٰۃ والسلام ناقص الاسلام ہیں۔(ہدیہ مہدویہ،ص:۱۹)

دعوتِ فکر اسلام:

ہم کھنڈیلہ برادری سمیت جونپوری کے پیروکار دائرہ مہدویہ سے منسلک گمراہ لوگوں کے لئے بھی فکرمند ہیں اور دعا گو بھی ہیں اور توبہ تائب ہونے کی دعوت دیتے ہیں کہ جس طرح اللہ پاک اپنی ذات وصفات میں یکتا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں، اسی طرح حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنی ذات و صفات، نبوت و رسالت سمیت خاتم النبیین والمرسلین میں یکتا ہیں، اسی طرح امام مہدیؒ کے متعلق عقیدہ کہ وہ قرب قیامت میں آئیں گے، پر کامل ایمان ویقین لاتے ہوئے صراطِ مستقیم والے راستہ پر آجائیں جو اہل سنت والجماعت کا ہے، اس میں شامل ہوکر اپنا ایمان بچایئے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دین محمدی پر کامل ایمان و یقین لائیں قبل اس کے ہماری موت آجائے اور خاتمہ ایمان پر نہ ہو۔ معاذ اللہ!

توبہ تائب کے لئے وضاحت نامہ:

آج تک تقریباً ۸۰ کذابوں نے امام مہدی ہونے کے جھوٹے دعوے کئے ہیں، ان میں فرقہ مہدویہ کے بانی سیّد محمد جونپوری بھی شامل ہیں، ان سب کو غلط، باطل اور جھوٹا گمراہ قرار دیتے ہوئے، سیّد محمد جونپوری اور اس کے متبع مہدویہ کے باطل عقائد ونظریات کو رد کرتے ہوئے توبہ کرنا لازمی ہے، اس کے بغیر کوئی فائدہ نہیں۔

☆☆ .... ☆☆

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء..... حقائق وواقعات

قسط:۷

مولانامفتی خالدمحمودمدظلہ

گویا کہ:

ہمہ آہوانِ صحرا سر خود نہادہ بر کف
بامید آنکہ روزے بشکار خواہی آمد

کامنظرتھا،مگراللہ تعالیٰ کالاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے اس مہیب خطرے سے ملک کو بچالیا،جب وزیراعظم کی ''انا'' میں لچک پیدا ہوتی نظرنہ آئی تو حضرت مفتی محمودؒ نے (جو اپنے دیگر رفقاء کے ساتھ مجلس عمل کے نمائندہ کی حیثیت سے وزیراعظم سے مذاکرات کررہے تھے) ان سے فرمایا''ہمیں بتائیے کہ آخر ہم کیا کریں؟ آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ نہیں مانتے اور مجلس عمل والوں کے پاس جاتے ہیں تو وہ نہیں مانتے۔'' وزیراعظم نے نشہ اقتدار کے جوش میں جواب دیا''میں نہیں جانتا مجلس عمل کون ہوتی ہے۔میں تو آپ لوگوں کو جانتا ہوں،آپ اسمبلی کے معزز رکن ہیں۔''

حضرت مفتی محمود صاحب نے فرمایا:''بھٹو صاحب! آپ کو قوم کے ایک حلقہ نے منتخب کرکے بھیجا ہے، اس لیے آپ اسمبلی کے معزز رکن ہیں۔ میں بھی ایک حلقہ انتخاب کا نمائندہ ہوں۔اس لیے میں اسمبلی کارکن کہلاتا ہوں۔مگر آنجناب کو بتانا چاہتا ہوں کہ''مجلس عمل''کسی ایک حلقہ انتخاب کی نمائندہ نہیں ہے، بلکہ وہ اس وقت پاکستان کے سات کروڑ مسلمانوں کی نمائندگی کررہی ہے۔کیسی عجیب منطق ہے کہ آپ ایک حلقہ کے نمائندے کو عزت واحترام کا مقام دینے کے لیے تیار ہیں مگر قوم کے سات کروڑ افراد کی نمائندہ جماعت''مجلس عمل''کو آپ پائے حقارت سے ٹھکرا رہے ہیں......بہتر ہے میں ان سے جاکر کہہ دیتا ہوں کہ وزیراعظم پاکستان سات کروڑ مسلمانوں کی بات سننے کو تیار نہیں۔'' یہ بات سن کر وزیراعظم کی ''انا'' سرنگوں ہوگئی، انہوں نے ''مجلس عمل'' کے نمائندوں کے مجوزہ فیصلہ پر دستخط کردیئے۔(شخصیات وتاثرات،صفحہ نمبر ۹۴،۹۵)

حالات کیا تھے اور لوگوں کے جذبات کیا تھے؟ اس کا اندازہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی کے اس بیان سے لگایئے:''حضرت قدس سرہ (حضرت بنوری رحمہ اللہ) نے اس تحریک کے دوران جس تدبر و فراست، جس اخلاص وللّٰہیت،جس صبرواستقامت اورجس ایثارو قربانی سے ملی قیادت کے فرائض انجام دیئے، وہ ہماری تاریخ کا ایک مستقل باب ہے۔ان دنوں حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر سوز وگداز کی جو کیفیت طاری رہتی تھی، وہ الفاظ کے جامہ تنگ میں نہیں سما سکتی۔تحریک کے دنوں میں جو آخری سفر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کراچی سے ملتان، لاہور، پنڈی، پشاور تک کیا،اس کی یاد کبھی نہیں بھولے گی۔کراچی سے رخصت ہوئے تو حضرت پر بے حد رقت طاری تھی اور جناب مفتی ولی حسن صاحب سے فرمارہے تھے:مفتی صاحب! دعا کیجیے! حق تعالیٰ کامیابی عطا فرمائیں۔میں کفن ساتھ لیے جارہا ہوں،مسئلہ حل ہوگیا تو الحمدللہ......ورنہ شاید بنوری زندہ واپس نہیں آئے گا۔حق تعالیٰ نے آپ کے سوز دروں کی لاج رکھی اور قادیانی ناسور کو جسد ملت سے کاٹ کر جدا کردیا۔''(بینات،بنوری نمبر،ص۷۲۹)

یہ جذبات صرف حضرت بنوری رحمہ اللہ کے نہیں تھے، بلکہ تحریک سے وابستہ ہر شخص اسی انداز سے سوچ رہا تھا۔حالات بظاہر بڑے سنگین صورت اختیار کیے ہوئے تھے۔

مولانا تاج محمود رحمہ اللہ نے ان حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:

''مجلس عمل نے ۶؍ستمبر کو راولپنڈی تعلیم القرآن راجہ بازار میں اپنا اجلاس طلب کیا ہوا تھا۔۶، ۷؍ستمبر کی درمیانی رات کو اسی دارالعلوم کی وسیع وعریض جامع مسجد میں آخری جلسہ عام منعقد ہونے والا تھا۔اس کے بعد تحریک نے ۷؍ستمبر کے بعد نیا رُخ اختیار کرنا تھا۔۵؍ستمبر رات کے آخری حصہ میں راولپنڈی کے لیے میں روانہ ہوا۔پلیٹ فارم کے قریب سے گزرا کوئی ۳بجے کا عمل ہوگا۔اس وقت فوجی،مال گاڑیوں کے ڈبوں سے ٹینک،توپ بردار گاڑیاں اور اسلحہ اتار رہے تھے۔فوج کی مسلح آمد اور اس کی تیاری کے تیور دیکھ کر میں بھانپ گیا کہ یہ سب کچھ ۷؍ستمبر کے

بعد تحریک کو کچلنے کے لیے ہے۔

دوسری بات جو میرے نوٹس میں آئی وہ یہ تھی کہ ۴، ۵؍ستمبر کو مرزائیوں نے ملک بھر کی فون کی ڈائریکٹریوں سے پتہ جات لے کر مرزا قادیانی کی صداقت کے دلائل اور اسے قبول کرنے کی دعوت پر مشتمل خطوط ارسال کیے۔ ۶؍ستمبر کو چھٹی تھی۔ مرزائیوں کا خیال تھا کہ ۷؍ستمبر کو جب یہ ڈاک مسلمانوں کو ملے گی، اس وقت تحریک کے رہنماؤں کی لاشیں سڑکوں پر ہوں گی۔ تحریک کچلی جاچکی ہوگی۔ قوم کے حوصلے پست ہوں گے، مرزا کی صداقت کا یہ خط ایک عظیم پیش گوئی کا کام دے جائے گا۔

تیسرا یہ کہ ۳، ۴؍ستمبر کو ڈی۔سی۔ فیصل آباد آفس میں ایک خاص واقعہ پیش آیا۔ جس کی اطلاع اسی دن شام کو مجھے مل گئی تھی۔ وہ یہ کہ مرکزی حکومت کی طرف سے ایک سر بمہر لفافہ جس پر ٹاپ سیکرٹ لکھا تھا، موصول ہوا۔ اتفاق سے جس کلرک نے اس دن ڈاک کھولی، وہ مرزائی تھا۔ اس نے یہ لفافہ دیکھتے ہی بھانپ لیا کہ یہ چٹھی ڈی۔سی صاحب کے نام مرکزی حکومت کی طرف سے تحریک ختم نبوت کے متعلق تازہ ہدایات پر مشتمل ہوگی۔ چوری چوری اس لفافہ کو اس نے کھول لیا اور اس کی باہر سے فوٹوسٹیٹ کاپی کرائی اور امیر جماعت مرزائیہ فیصل آباد کو مہیا کردی۔ واقعی وہ چٹھی تحریک ختم نبوت کے متعلق تھی، جس میں صوبائی، ڈویژنل اور ضلعی انتظامیہ کو ہدایات بھیجی گئی تھیں کہ ۷؍ستمبر کے بعد جو تحریک ختم نبوت میں مزید شدت آنے والی ہے، اسے سختی سے کچل دیا جائے۔ ایک اے۔ ایس۔ آئی کو بھی گولی چلانے اور بغیر نوٹس دیئے کسی مکان میں داخل ہونے، تلاشی لینے، جس کو مناسب سمجھے گرفتار کرنے کے اختیار ہوں گے۔ اس چٹھی کا فوٹوسٹیٹ مرزائی جماعت کے امیر کو اور اصل چٹھی کو ڈی۔سی آفس کے سٹاف روم میں میز کے نیچے ڈال دیا۔ اس روز اس مرزائی کے علاوہ ایک مسلمان کلرک نے بھی کچھ ڈاک کھولی تھی۔ کچھ دیر بعد تیسرے کلرک کی میز کے نیچے سے اس چٹھی پر کسی کی نظر پڑگئی، اسے اٹھایا گیا تو اس کی سیل ٹوٹی ہوئی تھی۔ اس صورتحال سے تمام کلرک پریشان ہوگئے کہ چٹھی کیوں کھولی گئی۔ کس نے کھولی؟ اس لیے کہ اسے تو ضابطہ کے مطابق ڈی۔سی صاحب کے سامنے کھولنا تھا۔ معاملہ سنگین تھا۔ ڈی۔سی صاحب کے نوٹس میں لایا گیا ۔انہوں نے مسلمان کلرک اللہ رکھا کو معطل کردیا۔ سپرنٹنڈنٹ ڈی۔سی آفس مسلمان اور سمجھدار شخص تھا۔ اس نے کہا کہ یہ دیکھا جائے کہ کھولنے سے قبل لفافے کے کونہ پر کس کے دستخط ہیں۔ اس لیے کہ ڈی۔سی آفس کی ڈاک کھولنے سے پہلے ہر لفافہ پر کھولنے والا اپنے دستخط کرتا ہے۔ جب وہ دستخط دیکھے گئے تو وہ مرزائی کلرک کے تھے، اللہ رکھا مسلمان کلرک بحال ہوگیا اور مرزائی کلرک کو معافی مانگنے پر معاف کردیا گیا۔ اس چٹھی اور پورے ملک میں حکومت پولیس وفوج کے عمل سے مرزائیوں نے اندازہ لگالیا کہ تحریک کچلی جائے گی۔ اس لیے انہوں نے خطوط لکھے۔

۶؍ستمبر کی صبح گورنمنٹ ایم۔ این۔ اے ہاسٹل میں مولانا مفتی محمود کے کمرہ میں مجلس عمل کا خصوصی اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں مولانا سید محمد یوسف بنوری، مولانا مفتی محمود، مولانا شاہ احمد نورانی، پروفیسر غفور احمد، چوہدری ظہور الٰہی، امیر زادہ، خان عبدالولی خان، نوابزادہ نصر اللہ خان، مفتی زین العابدین، مولانا محمد شریف جالندھری، مولانا عبدالرحیم اشرف، میاں فضل حق اور بندہ تاج محمود شریک ہوئے۔ میں نے یہ تینوں واقعات گوش گزار کیے، نوابزادہ نصر اللہ خان نے میری معلومات کی تصدیق کرتے ہوئے لاہور میں فوج کی پوزیشن سنبھالنے کے چشم دید واقعات بیان کیے۔ مجلس پر سناٹا طاری رہا۔

پوری مجلس عمل اس پر غور کررہی تھی کہ اگر حکومت مطالبات تسلیم نہ کرے تو پھر ہمیں تحریک کو کن خطوط پر چلانا ہوگا اور اب مرزائیوں سے زیادہ حکومت سے مقابلہ ہوگا۔ سبھی حضرات تحفظ ناموس ختم نبوت کے لیے جان کی بازی لگانے پر تیار تھے۔

امید و یاس کی کیفیت تھی، میں سخت پریشان تھا۔ بھٹو صاحب جیسے چالاک آدمی سے پالا پڑا تھا۔ کسی وقت بھی وہ جھٹکا دے کر تحریک کو کچلنے کا فیصلہ کرسکتے تھے۔ تمام حالات ہمارے سامنے تھے۔ میں انتہائی پریشانی کے عالم میں مولانا محمد رمضان علوی کے گھر گیا۔ مجھے اندیشہ تھا کہ اگر فیصلہ صحیح نہ ہوا تو میری جان نکل جائے گی۔ ان کے ہاں کروٹیں بدلتے وقت گزرا۔ رات کو راجہ بازار کی جامع مسجد میں جلسہ عام منعقد ہوا۔

مقررین نے بڑی گرم تقریریں کیں۔ ہجوم آتش فشاں پہاڑ کی شکل اختیار کیے ہوئے تھا، اعلان کیا گیا کہ کل اگر ہمارے مطالبات نہ مانے گئے تو راجہ بازار میں شہیدان ختم نبوت کی لاشوں کا انبار ہوگا۔

اس صورتِ حال کا تذکرہ مشہور صحافی مصطفیٰ صادق نے بھی اپنے مضمون میں کیا ہے وہ

لکھتے ہیں:

رات بھر طبیعت شدید بے چین رہی، قومی اسمبلی کے ارکان ہی نہیں، پوری قوم منتظر تھی کہ ۷؍ستمبر کو قادیانیوں کے بارے میں کیا اعلان ہونے والا ہے۔ ملک بھر میں مسلح فوجی دستے گشت کررہے تھے، فوج کا یہ گشت اتنا منظم اور اتنا وسیع تھا کہ ایام جنگ کے سوا اس نوعیت کی فوجی نقل وحرکت قیام پاکستان سے لے کر آج تک دیکھنے میں نہیں آئی۔ چنانچہ عام شاہراہوں پر ہی نہیں، تمام اہم قومی تنصیبات اور دور دراز قصبات تک فوجی افسر اور جوان تعینات کئے جا چکے تھے۔ سرکاری سطح پر اس قسم کے انتظامات کے باعث یہ اندیشہ بار بار سامنے آتا تھا کہ مسٹر بھٹو جس فیصلے کا اعلان کرنے والے ہیں، وہ عام مسلمانوں کے مطالبے سے مختلف ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت کو امن عامہ بگڑنے کا خوف لاحق ہے، جس کے لیے فوج کو نہ صرف یہ کہ تیار رہنے کا حکم دیا گیا ہے بلکہ ہر قسم کی صورتحال سے عہدہ برآ ہونے کے لیے بھرپور قسم کی تیاریاں کی جا چکی ہیں۔

مولانا محمد رمضان علوی (راولپنڈی) بیان کرتے ہیں کہ:

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں سب اکابر کے ساتھ مولانا تاج محمودؒ بھی راولپنڈی تشریف لائے ہوئے تھے، مجھے دردِ گردہ کی شدید تکلیف شروع ہوگئی، ظہر کے وقت تشریف لائے، تھوڑی دیر ٹھہرے، فرمایا: ’’عصر کے وقت پھر آؤں گا‘‘ حسب وعدہ تشریف لائے، میرے لڑکے سے کہا کہ: ’’بالا خانے کا کمرہ کھولو اور ابا جی سے کہو جیسے ممکن ہو اوپر آجاؤ‘‘ بندہ لڑکھڑاتا حاضر ہوا، چائے پیش کی، فرمایا: ’’کسی چیز کو طبیعت نہیں چاہ رہی‘‘ چہرے پر نظر ڈالی، زبردست پریشانی کے آثار تھے، میں نے وجہ پوچھی، بغیر کسی دوسری بات کے فرمایا: ’’میرے پیارے! بڑے شاطر لوگوں سے واسطہ پڑ چکا ہے، مجھے معلوم ہے کہ تجھے شدید تکلیف ہے، سن میں ایک وصیت کرنے آیا ہوں۔‘‘ یہ لفظ سن کر میں نے کہا: ’’مولانا! خیریت تو ہے؟ آپ کیوں اس قدر پریشان ہورہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کرم فرمائے گا، آپ کی قربانیاں رنگ لائیں گی۔‘‘ فرمایا: ’’چھوڑو ان باتوں کو! میری وصیت سن لو، آج اگر فیصلہ ہمارے خلاف ہوا تو میری روح یقیناً قفسِ عنصری سے پرواز کرجائے گی، اکابر مدرسہ تعلیم القرآن میں جمع ہیں، وہ بھی سوچیں گے، ان کو اطلاع بالکل نہ ہونے پائے، میرے جنازے کو فیصل آباد (لائل پور) پہنچانے کی راتوں رات کوشش کرنا، عزیزم طارق محمود کو پہلے فون کردینا کہ تمہارے والد کو لارہا ہوں، اور اس کو ہر قسم کی تسلی دینا۔‘‘ بولے جارہے ہیں، گھر، بچیوں کے متعلق کہے جارہے ہیں، بصد مشکل چپ کرایا، حوصلہ کریں، اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں گے، ابھی آپ کی بہت ضرورت ہے۔ پھر فرمایا: ’’جہاں میرے آقا کی ناموس کا تحفظ نہ ہو، وہاں زندہ رہ کر کیا کرنا ہے؟‘‘ کبھی جوش میں آکر بعض الفاظ استعمال کرجاتے ہیں کہ ایسا ہی ہے، نمازِ مغرب بمشکل نیچے اُتر کر مرحوم نے اَدا کی، میں نے فکر کی وجہ سے کچھ مقوی اشیاء منگوائیں، نماز کے بعد پیش خدمت کیں، فرمایا: ’’اب یہ سب چیزیں بیکار ہیں!‘‘ ۶؍ستمبر رات کو راولپنڈی کے جلسے میں شریک ہوئے، اچھی خبریں سن کر آئے، پورا دن مصروف رہے، ۷؍ستمبر کی شام کو میرے گھر آئے، ریڈیو منگوایا، خبروں کا وقت قریب تھا، سوئچ آن کردیا، سکوت طاری تھا، جیسے ہی مرتدوں مرزائیوں کے غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے الفاظ کان میں پڑے، شیر کی طرح اٹھ کر بیٹھ گئے، ورنہ ڈیڑھ گھنٹہ لیٹے ہی پریشانی میں گزر گیا، اب فرمایا: ’’گھر میں کچھ تیار ہو منگواؤ کہ مجھے جلد اکابر کے پاس جانا ہے۔‘‘ چند نوالے جلدی جلدی سے تناول فرمائے، پھر تعلیم القرآن جاکر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتے ہوئے شیروں کی طرح گرجے۔‘‘

(تذکرہ مجاہدین ختم نبوت، ص:۱۲۵، ۱۲۶)

حکومت اور مجلس عمل نے کسی نتیجے پر پہنچنے کے لیے ایک سب کمیٹی تشکیل دی تھی، مجلس عمل کی طرف سے مولانا مفتی محمود، مولانا شاہ احمد نورانی، پروفیسر غفور احمد اور چوہدری ظہور الٰہی اور حکومت کی طرف سے عبدالحفیظ پیرزادہ، مولانا کوثر نیازی اور لاء سیکرٹری افضل چیمہ اسکے ممبران مقرر ہوئے تھے۔ اس سب کمیٹی کے کئی اجلاس ہوئے مگر کسی فیصلہ کن نتیجہ پر نہیں پہنچ سکے۔

مجلس عمل نے ۶؍ستمبر کو راولپنڈی میں اجلاس بلایا ہوا تھا، ۶؍اور ۷؍ستمبر کی درمیانی رات کو راجہ بازار پنڈی میں جلسۂ عام کا اعلان بھی تھا۔

۶؍ستمبر کی صبح گورنمنٹ ایم این اے ہاسٹل میں مفتی محمود کے کمرے میں مجلس عمل کا خصوصی اجلاس ہوا جس میں مولانا سید محمد یوسف بنوری، مولانا مفتی محمود، مولانا شاہ احمد نورانی، پروفیسر غفور احمد، چوہدری ظہور الٰہی، امیر زادہ، خان عبدالولی خان، نوابزادہ نصر اللہ خان، مفتی زین العابدین، مولانا تاج محمود اور مولانا محمد شریف جالندھری

شریک ہوئے اور حالات پر غور کیا گیا۔

اس کے بعد قومی اسمبلی کے دفاتر میں سب کمیٹی کا اجلاس ہوا۔ سب کمیٹی کے ممبران اس اجلاس میں شرکت کے لیے چلے گئے ،اور ادھر دارالعلوم راجہ بازار میں مجلس عمل کی میٹنگ شروع ہوئی ، پوری مجلس عمل اس پر غور کررہی تھی کہ اگر حکومت مطالبات تسلیم نہ کرے تو پھر ہمیں تحریک کو کن خطوط پر چلانا ہوگا؟ اور اب مرزائیوں سے زیادہ حکومت سے مقابلہ ہوگا، سبھی حضرات تحفظِ ناموسِ ختم نبوت کے لیے جان کی بازی لگانے پر تیار تھے، اتنے میں مولانا مفتی محمود صاحب کا فون آیا کہ حالات پُرامید ہیں، توقع ہے کہ سب کمیٹی کسی متفقہ مسودے پر کامیاب ہوجائے گی۔ عبدالحفیظ پیرزادہ نے بھٹو صاحب کو فون کرکے سب کمیٹی کی کارروائی سے باخبر کیا، بھٹو صاحب نے تمام اراکین کمیٹی کو اپنے ہاں طلب کیا، تھوڑی دیر گفتگو ہوئی، بھٹو صاحب نے تمام کا موقف سنا اور کہا کہ:’’اب مزید وقت ضائع نہ کریں، رات بارہ بجے دوبارہ اجلاس ہوگا، آپ تمام حضرات تشریف لائیں، اس وقت دو ٹوک فیصلہ کریں گے۔ رات کو راجہ بازار کی جامع مسجد میں جلسۂ عام منعقد ہوا، مقررین نے بڑی گرم تقریریں کیں، ہجوم آتش فشاں پہاڑ کی شکل اختیار کیے ہوئے تھا، اعلان کیا گیا کہ کل اگر ہمارے مطالبات نہ مانے گئے تو راجہ بازار میں شہیدانِ ختم نبوت کی لاشوں کا انبار ہوگا، جوں جوں وقت گزرتا جارہا تھا جلسے کی تقریروں میں شدت پیدا ہوتی جارہی تھی، بھٹو صاحب جلسے کی ایک ایک منٹ کی کارروائی سے باخبر تھے، تمام حالات ان کے سامنے تھے۔

رات بارہ بجے حسب پروگرام بھٹو صاحب کی صدارت میں دوبارہ اجلاس ہوا جو ڈھائی گھنٹے جاری رہا۔ مولانا مفتی محمود، مولانا شاہ احمد نورانی، پروفیسر غفور احمد، چوہدری ظہور الٰہی ، مسٹر غلام فاروق اور حاجی مولا بخش سومرو نے اپوزیشن کی طرف سے مذاکرات میں حصہ لیا، جبکہ مسٹر عبدالحفیظ پیرزادہ، مولانا کوثر نیازی اور اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار نے بھٹو صاحب کی معاونت کی، مذاکرات انتہائی خوشگوار ماحول میں ہوئے اور بالآخر بھٹو صاحب قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے پر رضا مند ہوگئے۔ رات کے اجلاس کی روشنی میں قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کا بند کمرے میں اجلاس ہوا، جس میں کمیٹی کی سفارشات کو آخری اور حتمی شکل دی گئی اور قرارداد اور ترمیمی بل کا مسودہ متفقہ طور پر تیار کیا گیا۔

اسی روز خصوصی کمیٹی کے اجلاس کے بعد قومی اسمبلی کا کھلے ایوان میں اجلاس ہوا، اجلاس کا آغاز ساڑھے چار بجے تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ تلاوت کلام پاک کے بعد وزیر قانون مسٹر عبدالحفیظ پیرزادہ نے قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کی سفارشات پر مشتمل قرارداد پیش کی جو اتفاق رائے سے منظور کرلی گئی۔ اس تاریخی قرارداد کا متن درج ذیل ہے:

’’قومی اسمبلی کے کل ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی متفقہ طور پر طے کرتی ہے کہ حسب ذیل سفارشات قومی اسمبلی کو غور اور منظوری کے لیے بھیجی جائیں:

کل ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی اپنی رہنما کمیٹی اور ذیلی کمیٹی کی طرف سے اس کے سامنے پیش کرنے ، یا قومی اسمبلی کی طرف سے اس کو بھیجی گئی قراردادوں پر غور کرنے اور دستاویزات کا مطالعہ کرنے اور گواہوں بشمول سربراہان انجمن احمدیہ ربوہ، اور انجمن احمدیہ اشاعت الاسلام لاہور کی شہادتوں اور جرح پر غور کرنے کے بعد متفقہ طور پر قومی اسمبلی کو حسب ذیل سفارشات پیش کرتی ہیں:

(الف) کہ پاکستان کے آئین میں حسب ذیل ترامیم کی جائے:

(اوّل) دفعہ ۱۰۶ (۳) میں قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) کا ذکر کیا جائے۔

(دوم) دفعہ ۲۶۰ میں ایک نئی شق کے ذریعہ غیر مسلم کی تعریف درج کی جائے۔ مذکورہ بالا سفارشات کے نفاذ کے لیے خصوصی کمیٹی کی طرف سے متفقہ طور پر منظور شدہ مسودہ قانون منسلک ہے۔

(ب) کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵ الف میں حسب ذیل تشریح درج کی جائے۔

تشریح: کوئی مسلمان جو آئین کی دفعہ ۲۶ شق (۳) کی تصریحات کے مطابق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے تصور کے خلاف عقیدہ رکھے یا عمل یا تبلیغ کرے، وہ دفعہ ھٰذا کے تحت مستوجب سزا ہوگا۔

(ج) کہ متعلقہ قوانین مثلاً قومی رجسٹریشن ایکٹ ۱۹۷۳ء اور انتخابی فہرستوں کے قواعد، ۱۹۷۴ء میں منتخبہ قانونی اور ضابطہ کی ترمیمات کی جائیں۔

(د) کہ پاکستان کے تمام شہریوں خواہ وہ کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں، کے جان و مال، آزادی ، عزت اور بنیادی حقوق کا پوری طرح تحفظ اور دفاع کیا جائے گا۔ (جاری ہے)

وفیات

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا بشیر احمد شاد کے دو بیٹوں کی رحلت:

مولانا بشیر احمد شاد مدظلہ کی اٹھان مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے ہوئی، ایک ملاقات میں فرمایا کہ ہماری برادری کے ایک عالم دین مولانا عبدالجبار ابوہریؒ تھے، ان کی دعوت پر خطیبِ پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ چشتیاں تشریف لائے، حضرت قاضی صاحبؒ کے بیان سے پہلے میں نے نعت پڑھی، آواز اچھی تھی تو حضرت قاضی صاحبؒ نے میرا نام پوچھا اور فرمایا: بشیر احمد کیا کرتے ہو؟ میں نے کہا کہ دسویں جماعت کا طالب علم ہوں، فرمایا جلسہ سے فراغت کے بعد مجھے مل کر جانا، مولانا ابوہریؒ چونکہ ہماری برادری کے تھے اور میں ان کے گھر سے خورونوش کی اشیا لے کر آ رہا تھا، جب آخری چیز لے کر آیا تو حضرت قاضی صاحبؒ نے مولانا ابوہریؒ سے فرمایا کہ بشیر احمد کو جانتے ہیں؟ مولانا ابوہریؒ نے فرمایا کہ یہ میرے عزیز ہیں، فرمایا: ان کے والد صاحب کو بلائیں، جب میرے والد صاحب تشریف لائے تو قاضی صاحبؒ نے فرمایا کہ میں آپ سے ایک چیز مانگتا ہوں، انکار نہیں فرمائیں، والد صاحب ہچکچاہٹ کا شکار ہوئے تو مولانا ابوہریؒ نے فرمایا کہ آپ ہاں کر دیں، میرے والد محترم نے اثبات میں جواب دیا تو فرمایا کہ بشیر احمد مجھے دے دیں، میرے والد محترم نے میرا ہاتھ قاضی صاحبؒ کے ہاتھ میں دے دیا۔

حضرت قاضی صاحبؒ نے میرا ہاتھ جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے ناظم مولانا حبیب اللہ فاضل رشیدیؒ کو پکڑا دیا کہ آپ اسے دینی تعلیم کے زیور سے آراستہ وپیراستہ کریں۔

حضرت قاضی صاحب جب ساہیوال تشریف لاتے تو مجھے خرچہ دے کر جاتے اور حضرت قاضی صاحبؒ کے بعد مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے یہ سلسلہ جاری رکھا۔

یوں تعلیمی سلسلہ تکمیل پذیر ہوا۔ موصوف تعلیم مکمل ہونے کے بعد حضرت درخواستیؒ کے مصاحبین ومقربین میں سے ہو گئے۔ حضرت درخواستیؒ کی زندگی مبارک کے اکثر اسفار میں بطور خادم ورفیق ساتھ ہوتے تھے۔ حضرت درخواستیؒ کی صحبت کی برکت سے جمعیت علمائے اسلام آپ کا اوڑھنا بچھونا ہو گئی۔

بیرونِ ملک اسفار کا سلسلہ شروع ہوا تو چشتیاں میں جامعہ محمودیہ کے نام سے خوبصورت اور دیدہ زیب عمارت قائم کی، جہاں بنین وبنات کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہے۔ اللہ پاک نے انہیں اولاد کی دولت سے سرشار فرمایا۔ چند ماہ پہلے انہیں دو نوجوان عالم دین بیٹوں کی جدائی کا صدمہ سہنا پڑا۔

مولانا حافظ کفایت اللہ شادؒ جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے فاضل تھے، عمر چالیس سال ہو گی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد اپنے ادارہ جامعہ محمودیہ میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ ۲۰؍مئی ۲۰۲۴ء عشا کی نماز کے بعد ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی، انہوں نے بیوہ کے علاوہ دو بیٹے، دو بیٹیاں سوگوار چھوڑے۔

مولانا مفتی عبیداللہ انورؒ: اپنے مرشد جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ کے نام پر ان کا نام عبیداللہ انور رکھا۔ موصوف نے علوم اسلامیہ کی تکمیل جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد سے کی، حضرت الشیخ مولانا نذیر احمدؒ بانی جامعہ امدادیہ کے علوم ومعارف سے وافر حصہ پایا، اپنے ادارہ جامعہ محمودیہ میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ اصلاحی تعلق حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کے خلیفہ حضرت مولانا عبدالحفیظ مکیؒ سے تھا اور ان سے سلسلہ امدادیہ چشتیہ میں مجاز بھی ہوئے۔

درس وتدریس، ذکر وفکر کے آدمی تھے۔ تندرست وتوانا تھے۔ ۱۷؍جون ۲۰۲۴ء کو عیدالاضحیٰ کی نماز کے بعد حرکتِ قلب بند ہونے کی وجہ سے رحلت فرما گئے، ان کی عمر ۴۵ سال ہو گی۔ انہوں نے بیوہ کے علاوہ چار بیٹے، ایک بیٹی سوگوار چھوڑے۔

مولانا قاضی عبدالرشید، راولپنڈی:

مولانا قاضی عبدالرشیدؒ قدیم وجدید علوم کا حسین امتزاج تھے۔ ایئر فورس کی ملازمت اور بہترین تنخواہ چھوڑ کر علوم اسلامیہ کی تحصیل کے لئے سابق صدرِ وفاق المدارس شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ کے زیر سایہ جامعہ

فاروقیہ میں دینی علوم کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوگئے اور چند ہی سال میں نبوی علوم سے آراستہ و پیراستہ ہوکر اپنی مادر علمی جامعہ فاروقیہ کے نام پر دھمیال کیمپ راولپنڈی میں فاروقیہ مدرسہ کی بنیاد رکھی، جو دیکھتے ہی دیکھتے مکتب سے جامعہ بنا اور شجرۂ طیبہ کی شکل اختیار کرگیا اور اس کے فیوض و برکات پاکستان سے بیرونِ ملک بلکہ پوری دنیا میں پہنچے۔لگن سچی اور نیت میں اخلاص ہو تو انار کے درخت کے نیچے شروع کیا جانے والا ادارہ دارالعلوم دیوبند بن جاتا ہے۔

حضرت قاضی صاحبؒ کی مساعی جمیلہ سے جامعہ فاروقیہ میں دورۂ حدیث شریف سمیت تمام مروجہ علوم اسلامیہ پڑھائے جانے لگے۔آپ خود بھی بہترین مدرس تھے، تمام علوم پر دسترس حاصل تھی، بخاری شریف تک تمام کتب کی تدریس کی سعادت نصیب ہوئی۔عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ ایک آدمی مدرس ہوتا ہے لیکن خطیب نہیں ہوتا، لیکن قدرتِ خداوندی نے آپ کو دونوں سعادتوں سے بہرہ ور فرمایا، خطیبانہ انداز و اوصاف سے سرفراز فرمایا۔آپ محنت کش انسان تھے، آپ کی محنت ومساعی جمیلہ کی وجہ سے آپ کو وفاق المدارس العربیہ پنجاب کا ناظم بنادیا گیا، تو آپ نے دینی مدارس کے تحفظ و بقا کی جنگ بڑے بڑے ایوانوں میں لڑی اور بے دین حکمرانوں کے عزائم کو خاک میں ملانے میں اپنی قیادت کے دست وبازو بنے۔عوام وخواص کو دینی مدارس کی ضرورت واہمیت سے آگاہ کیا۔تحریک ختم نبوت کی جڑواں شہروں (اسلام آباد و راولپنڈی) میں اپنے احباب و رفقاء سے مل کر قیادت اور راہنمائی کی۔مولانا قاضی مشتاق احمد مدظلہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرؤفؒ، مولانا پیر عزیز الرحمٰن ہزارویؒ، مولانا ظہور احمد علوی مدظلہ، مولانا محمد طیب؛ یہ علمائے کرام کا ایک جاندار قافلہ ہے، جس نے علاقائی سطح پر قادیانیوں کا ناک میں دم کیے رکھا۔

سپریم کورٹ آف پاکستان کے ۶/فروری اور ۲۴/جولائی دونوں فیصلوں کے خلاف عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ۱۹/اگست کو آب پارہ سے سپریم کورٹ تک مظاہرہ کا اعلان کیا تو اس کی کامیابی کے لئے علمائے کرام کے جس دستہ نے شب و روز محنت کی، ان میں مولانا قاضی عبدالرشیدؒ سرفہرست تھے۔اللہ پاک نے اس مظاہرہ کو کامیابی و کامرانی سے سرفراز فرمایا اور ہزاروں لوگ اس میں شریک ہوئے۔

اس سے قبل ۱۳/اگست ۲۰۲۴ء کو رمادہ ہوٹل اسلام آباد میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی جماعتی ختم نبوت و ناموس رسالت کانفرنس کے فیصلوں کو عملی جامہ پہنانے میں کسی سے پیچھے نہیں رہے۔آپ سے آخری ملاقات مولانا آدم خان مدظلہ کی مسجد میں منعقد ہونے والے علمائے کرام کے مشاورتی اجلاس کے موقع پر ۱۵/اگست کو ہوئی، حسب عادت انتہائی محبت اور شفقت سے ملے۔

یوں تو راقم آل پاکستان ختم نبوت کورس چناب نگر کی دعوت دینے کے لئے ہر سال ان کے ادارہ میں حاضری دیتا، اگر موجود ہوتے تو خود اعلان فرماتے ورنہ کسی استاذ کی ڈیوٹی لگاتے۔ مقامی سطح پر مجلس کے اجلاسوں، اجتماعات، کانفرنسوں کے علاوہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں بارہا تشریف لاتے۔ہنس مکھ انسان، بڑے عالم وخطیب ہونے کے باوجود

تحفظ ختم نبوت کانفرنس، نواب شاہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نواب شاہ ڈویژن کے زیر اہتمام بروز منگل یکم اکتوبر2024ء کو کپڑا مارکیٹ نزد چکرا بازار نواب شاہ میں ایک عظیم الشان تحفظ ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد کیا گیا، کانفرنس بعد نمازِ مغرب تارات گئے جاری رہی۔کانفرنس کی مختلف نشستوں کی صدارت مولانا محمد سلیم (مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم الحسینیہ شہداد پور)، مولانا حزب اللہ کھوسو اور مولانا محمد اشرف نے کی۔کانفرنس کے جملہ امور کی نگرانی مولانا تجمل حسین (مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نواب شاہ) نے کی، جبکہ اسٹیج سیکریٹری کے فرائض مولانا محمد یاسین بھٹی اور راقم نے ادا کیے۔کانفرنس کا آغاز بعد نمازِ مغرب تلاوت قرآن کریم سے کیا گیا۔تلاوت کی سعادت قاری محمد معتصم نے حاصل کی جبکہ ہدیہ نعت مولانا میر محمد اور حافظ محمد راہو نے پیش کیا، طالب علم حافظ نعمان جمیل، حافظ محمد عمیر بن مولانا تجمل حسین، مولانا احمد حسین جمالی (امیر جمعیت علماء اسلام نواب شاہ)، مولانا ثناء اللہ مگسی، مجاہد اسلام مولانا محمد عثمان (خطیب نمرہ مسجد)، مولانا فاروق احمد سمیجو (مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع خیر پور) نے بیان کیا۔فخر القرأ قاری نعیم اللہ حبیب (کراچی) نے تلاوت قرآن کریم سے مجمع کا ایمان تازہ کیا، پاکستان کے مشہور و معروف ثناء خوانِ رسول حافظ عبداللہ عبدالقادر (کراچی) نے حمد، نعت اور نظمیں پیش کیں۔قاری محمد حنیف عثمانی (صدر سنی رابطہ کونسل نواب شاہ)، مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ (امیر کراچی)، مولانا مفتی رفیق احمد بالاکوٹی (استاذ جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی)، مولانا محمد راشد مدنی حمادی (ٹنڈو آدم)، قاری عبدالقیوم چنہ (امیر جمعیت علماء اسلام نواب شاہ)، مولانا محمد سلیم (شہداد پور)، حضرت مولانا سائیں عبدالمجیب قریشی (درگاہ بیر شریف) نے بیانات کیے اور آخر میں مولانا قاضی احسان احمد صاحب (مرکزی مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی) نے بیان کیا اور اختتامی دعا کرائی۔ (قاری عبداللہ فیض)

انتہائی محبت وشفقت والے انسان تھے۔

۲۲؍صفر المظفر ۱۴۴۶ھ، مطابق ۲۸؍اگست ۲۰۲۴ء انتقال فرمایا۔ راولپنڈی کے وسیع وعریض پارک ”لیاقت باغ“ میں ہزاروں انسانوں نے ان کے فرزندارجمند مولانا قاضی محمد جنید سلمہ کی امامت میں ان کی نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔

اللہ پاک ان کی مساعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائیں اور سیئات سے درگزر فرمائیں۔ اللّٰھم اغفر لہ وارحمہ واعف عنہ، وعافہ وبرد مضجعہ، آمین!

قاضی امتیاز احمد، ٹوبہ ٹیک سنگھ:

ہمارے حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کی نرینہ اولاد نہیں تھی، آپ نے ہر شہر میں کسی نہ کسی شخصیت کو بیٹا بنایا ہوا تھا، اور جسے بیٹا کہہ دیا، اسے ہمیشہ بیٹا کی محبت دی۔ ان میں سے ایک شخصیت قاضی فیض احمدؒ ٹوبہ ٹیک سنگھ بھی تھے۔ انہیں بیٹا کہہ دیا تو انہیں وہ محبت دی جو باپ اپنے بیٹے کو دیتا ہے، بلکہ اس سے کہیں بڑھ کر حضرت قاضی صاحبؒ نے انہیں خانقاہ سراجیہ میں حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ سے بیعت کرایا اور وہ تاحیات خانقاہ شریف ہی کے رہے، کسی اور کی طرف دیکھنا گوارہ نہ کیا۔

حضرت قاضی صاحبؒ نے انہیں مجلس سے متعلق کرایا تو وہ تاحیات مجلس ہی کے رہے، عام ورکر سے ترقی کرکے مرکزی شوریٰ کے ممبر بنے اور تاحیات مرکزی شوریٰ کے اجلاسوں اور چنیوٹ، چناب نگر کی مرکزی کانفرنسوں میں شریک ہوتے رہے۔

اللہ پاک نے چار بیٹے عطا فرمائے: امتیاز احمد، انوار احمد، رضوان احمد اور احسان احمد، مؤخرالذکر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی مبلغ اور شعلہ بیان خطیب ہیں، کچھ عرصہ سے چناب نگر کانفرنس کی مرکزی نشست کی سیکریٹری شپ (اسٹیج کی نظامت) ان کے پاس ہوتی ہے اور بہت کامیابی سے چلاتے ہیں۔ حضرت قاضی فیض احمدؒ کی وفات ۱۵؍اکتوبر ۲۰۱۸ء کے بعد قاضی امتیاز احمدؒ نے اپنے والد محترم کی ذمہ داریوں کو سنبھالا۔

مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ خطیب جامع مسجد بلال غلہ منڈی ٹوبہ، جو اپنی مسجد کی انتظامیہ کے صدر اور مسجد کے متولی چلے آرہے تھے، ان کی وفات کے بعد مسجد بلال انتظامیہ کے قاضی امتیاز احمدؒ سیکریٹری بنا دیئے گئے اور انہوں نے اپنے والد محترم کی طرح مسجد کی ذمہ داریوں کو بخیر وخوبی سنبھالے رکھا۔ موصوف کا خاندانی تعلق خانقاہ سراجیہ کندیاں سے تھا، اس تعلق میں فرق نہ آنے دیا۔ علاوہ ازیں ہمارے حضرت سیدی ومرشدی مولانا سید جاوید حسین شاہ نوراللہ مرقدہ کی خانقاہ و مدرسہ عبیدیہ کے سالانہ اجتماع میں مہمانان خصوصی کے خورونوش کی ذمہ داری از خود اپنے سر لے لی اور تادمِ صحت وحیات اسے بھی خوب نبھایا۔

قاضی فیض احمدؒ مجلس ٹوبہ کے کرتا دھرتا تھے، ان کی زندگی میں راقم یا مرکز کی طرف سے کوئی مہمان جائے تو قیام وطعام قاضی صاحبؒ کے ہاں ہوتا۔ ان کی وفات کے بعد زیادہ تر راقم کے اس طرف تبلیغی پروگرام ہوتے، تو راقم نے اپنی سہولت کے لئے جامع مسجد بلال غلہ منڈی میں قیام وطعام اختیار کیا لیکن قاضی امتیاز احمدؒ کا اصرار ہوتا کہ والد صاحب کی زندگی میں جو طرزِ عمل آپ حضرات کا تھا، وہ برقرار رہنا چاہئے، اور نہیں تو صبح کی چائے تو بیتِ قاضیؒ میں ہونی چاہئے۔ اگر رات کو دیر سے آنا ہوتا اور انہیں معلوم ہوجاتا تو مولانا سعداللہ لدھیانوی سلمہ کے ہاں تشریف لاتے اور کافی دیر محفل رہتی۔

کچھ عرصہ سے دل کے مریض چلے آرہے تھے، لیکن: ”مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی“ علاج معالجہ اور خورونوش میں احتیاط کے باوجود وقتِ موعود آن پہنچا اور ۱۶؍ستمبر ۲۰۲۴ء کو جان جانِ آفریں کے سپرد کردی۔ اسی روز عصر کی نماز کے بعد خانقاہ سراجیہ کے سجادہ نشین حضرت مولانا خلیل احمد مدظلہ کی اقتدا میں ان کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی، مجلس کی نمائندگی شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ، مولانا صاحبزادہ محمد انس، مولانا مفتی محمد راشد مدنی، حافظ ہارون جالندھری ابن مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری دامت برکاتہم نے کی۔ نیز ٹوبہ، فیصل آباد، جھنگ کے مبلغین مولانا ارشاد احمد، مولانا عبدالرشید غازی اور مولانا عبدالحکیم نعمانی بھی شریک ہوئے۔

راقم اپنی علالت کی وجہ سے شریک نہ ہوسکا، اگلے دن ۱۷؍ستمبر ۲۰۲۴ء کو تعزیت کے لئے حاضری کا پروگرام تھا، مولانا محمد اسحاق ساقی، ماسٹر عزیز الرحمٰن، مولانا محمد بلال، مولانا محمد اقبال مبلغ ڈیرہ غازی خان نے اصرار کیا کہ آپ نے ۱۹؍ستمبر کو اس طرف جانا ہے، مولانا قاضی احسان احمد ۱۹؍ستمبر کو بھی ٹوبہ ہوں گے، آپ تعزیت کرکے اپنے پروگرام میں شرکت کرلیں گے۔ تعزیت مسنونہ کے تین روز میں حاضر نہ ہوسکا۔ ۱۹؍ستمبر کو ظہر کی نماز قاضی صاحب کے گھر پڑھی۔ قاضی امتیاز احمدؒ کے فرزندان گرامی اور بھائیوں سے اظہارِ تعزیت کیا۔

رعایتی قیمت

مطبوعات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	قیمت
1	محاسبہ قادیانیت. مکمل سیٹ 33 جلدیں	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	13200
2	قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی مصدقہ رپورٹ (5 جلدیں)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	1500
3	قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ	پروفیسر محمد الیاس برنیؒ	600
4	رئیس قادیان	ابوالقاسم مولانا محمد رفیق دلاوریؒ	500
5	آئینہ قادیانیت	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	300
6	ائمہ تلبیس	ابوالقاسم مولانا محمد رفیق دلاوریؒ	600
7	قادیانیوں سے فیصلہ کن مناظرے	جناب محمد متین خالد صاحب	300
8	ایک ہفتہ شیخ الہندؒ کے دیس میں	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	250
9	چمنستان ختم نبوت کے گلہائے رنگارنگ (5 جلدیں) مکمل سیٹ	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	1500
10	قادیانی شبہات کے جوابات (کامل)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	600
11	تحفہ قادیانیت (چھ جلدیں)	حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ	1800
12	مجموعہ رسائل (رد قادیانیت) (جلد اول)	مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ	350
13	مجموعہ رسائل (رد قادیانیت) (جلد دوم)	رسائل اکابرین	350
14	اسلام اور قادیانیت ایک تقابلی مطالعہ	مولانا عبدالغنی پٹیالویؒ	300
15	خطبات شاہین ختم نبوت (دو جلدیں)	مولانا محمد بلال ، مولانا محمد یوسف ماما	700
16	تذکرہ مجاہدین ختم نبوت	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	350
17	قادیانیت کا تعاقب	مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ، مولانا قاضی احسان احمد	250
18	تحریک ختم نبوت (10 جلدیں)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	4500
19	مقدمہ بہاولپور مکمل سیٹ (تین جلدیں)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	1000
20	ختم نبوت کورس	مولانا مفتی مصطفیٰ عزیز صاحب	350
21	مولانا ظفر علی خان اور فتنہ قادیانیت	جناب محمد متین خالد صاحب	400
22	فتنہ قادیانیت کے خلاف عدالتی فیصلے (دو جلدیں)	جناب محمد متین خالد صاحب	700
23	فتنہ گوہر شاہی	مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ	200

نوٹ: ...... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تبلیغی ادارہ ہے۔ تبلیغ کے نقطہ نظر سے تقریباً لاگت پر کتب مہیا کی جاتی ہیں

ملنے کا پتہ:..... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان ...... جامعہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر ضلع چنیوٹ